يَآيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ [القرآن]

دعوتی، اصلاحی فکری اور تعلیمی مجلہ

ازہار تبلیغ القرآن پشاور

مارچ/اپریل 2017ء ، جمادی الثانی/رجب ۱۴۳۸ھ

نگران
مولانا مفتی محمد ایاز درانی

مدیر
مولانا سید کفایت بخاری

مدیر منتظم
ڈاکٹر مولانا حشمت علی صافی

یکے از مطبوعات جامعہ تبلیغ القرآن یوسف آباد پشاور

فہرست مضامین

تفہیم القرآن
ضیاء البیان فی تفسیر القرآن ..... عطاء اللہ بندیالوی 3
تفہیم الحدیث
دور خاپس ..... ادارہ 9
ندائے حق
تبدیلی مگر کیسی ؟ ..... مدیر 10
اصلاح عقائد و اعمال
لہ دعوۃ الحق ..... مفتی محمد ایاز 12
اصلاح عقائد و اعمال
فضول خرچی ..... مولانا اسعد اعظمی 14
سیرت و تاریخ
شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی شخصیت و کردار ..... حبیب اللہ حسن 20
تعمیر فکر و کردار
مہارتوں کی تلاش کیوں؟ ..... ڈاکٹر عبدالرحمن العریفی 23
نجوم ہدایت
خوشبو ..... عبداللہ فارانی 26
مقالات و مضامین
انقلاب کا راستہ ..... محمد ندیم 28
اخلاقیات
خودداری ..... خالد رحمن 32
دعوت و تحریک
دعوت امت کا مقصد بعثت ..... ڈاکٹر شاہد رفیع 35
خدمت خلق
بے حسی کی انتہاء ..... مولانا لقمان احمد 43
صحت
صحت اور اس کی قدر ..... مولانا محمد یوسف اصلاحی 45
گوشہ خواتین
بچوں کے لیے پلانگ ..... انور غازی 51
اخبار و احوال
جامعہ و ملحقہ شعبہ جات کے معمولات و سرگرمیاں ..... ذیشان عابد 55

قیمت فی شمارہ 30 روپے زر سالانہ ——— 160 روپے
سالانہ زر تعاون بیرون ممالک: 20 ڈالر
بینک اکاؤنٹ نمبر: 012003200-8
بینک کوڈ: 0864
الائیڈ بینک لمیٹڈ فقیر آباد برانچ پشاور پاکستان۔
برائے رابطہ:
فون: 300 45 22-91-92+، موبائل: 151 93 93-333(0)92+

مجلس ادارت
پروفیسر ڈاکٹر محمد عمر
پروفیسر ڈاکٹر دوست محمد خان
مولانا ڈاکٹر اکرام الحق یاسین
مولانا ڈاکٹر سراج الاسلام حنیف
انجینئر میاں محمد الیاس
پروفیسر سید طاہر شاہ

مجلس مشاورت
مفتی ضیاء الحق
جناب یوسف ظفر
مولانا سمیع اللہ
مفتی محمد حسین
ابو ثاقب شکیل احمد

خط و کتابت کا پتہ
مجلہ "تبلیغ القرآن"
جامعہ تبلیغ القرآن
یوسف آباد ولہ زاک روڈ پشاور پاکستان۔
ای میل
mujalla.jamiatq@gmail.com
ویب سائٹ
www.alishaat.com
پبلشر:۔ ڈاکٹر مولانا حشمت علی صافی
پرنٹر:۔ العلم پبلشنگ سروسز
ترسیل انچارج
قاری احتشام الحق
0333-9393151

تعلیم القرآن

ضیاء البیان فی تفسیر القرآن

علامہ عطاء اللہ بندیالوی

سورة البقرة (127تا 150)

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ؕ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ؕ
يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۴۲﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ
وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ
يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۳﴾ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ۪ فَوَلِّ
وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ
اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ
مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ
اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ
الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۴۸﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ
رَّبِّكَ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ
مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۙ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۚ فَلَا تَخْشَوْهُمْ
وَاخْشَوْنِيْ ۚ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾

ترجمہ:

- عنقریب بے وقوف لوگ کہیں گے، کس چیز نے مسلمانوں کو اس قبلے سے پھیر دیا جس قبلہ پر وہ پہلے تھے، آپ کہہ دیجئے کہ مشرق و مغرب سب اللہ کا ہی ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے سیدھے رستے کی راہنمائی کر دیتا ہے۔

- اور اسی طرح ہم نے تمہیں معتدل امت بنایا تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ بنو اور رسول تم پر گواہ ہو اور وہ قبلہ جس پر آپ پہلے تھے اسے ہم نے صرف اس لیے مقرر کیا تاکہ ہم جان لیں (واضح کردیں) کہ رسول کا پیروکار کون ہے۔ اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے، یہ بات یقیناً بڑی بھاری اور مشکل تھی، مگر جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے (ان کے لیے کوئی بھاری نہیں) اللہ تمہارے ایمان کو ضائع نہیں کرے گا اللہ لوگوں پر شفقت کرنے والا مہربان ہے۔
- آپ کے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا ہم یقینا دیکھ رہے ہیں چنانچہ ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس کو آپ پسند کر رہے ہیں، آپ اپنا رخ مسجد حرام کی جانب پھیر لیں اور تم جہاں کہیں بھی ہو اپنے چہروں کا رخ اسی طرف رکھا کرو اور اہل کتاب کو یقیناً علم ہے کہ (تحویل قبلہ کا) یہ حکم ان کے رب کی طرف سے برحق ہے، اور اللہ ان کے کاموں سے بے خبر نہیں ہے۔
- اگر آپ اہل کتاب کے پاس ہر قسم کی نشانیاں (دلیلیں) لے آئیں، تب بھی وہ آپ کے قبلے کی پیروی نہیں کریں گے، اور نہ آپ ان کے قبلے کے تابع ہیں، اور نہ وہ (یہود و نصاریٰ) ایک دوسرے کے قبلے کو ماننے والے ہیں، اور اگر آپ نے علم کے آجانے کے بعد بھی ان کی خواہشات کی پیروی کی تو اس صورت میں آپ کا شمار بے انصافوں میں ہوگا۔
- اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب عطا کی ہے وہ اس (تحویل قبلہ) کو ایسا پہچانتے ہیں، جیسا اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں (مگر) ان میں سے ایک فریق دانستہ حق کو چھپا رہا ہے۔
- یہ (تحویل قبلہ) آپ کے رب کی طرف سے سراسر حق ہے، پھر تو جھگڑنے والوں میں سے نہ ہو۔
- اور ہر ایک کے لیے ایک سمت ہے جس کی طرف وہ چہرے کا رخ کرتا ہے، لہٰذا تم نیک کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ جہاں کہیں بھی تم ہوگے، اللہ تم سب کو (حساب کتاب کے لیے) لے آئے گا، یقینا اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

- اور تم (سفر کے لیے) جہاں سے بھی نکلو تو اپنا منہ (نماز کے لیے) مسجد حرام کی طرف کرلیا کرو (کیونکہ) یہ تمہارے پروردگار کا برحق فیصلہ ہے۔ اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔
- اور جس جگہ سے آپ نکلیں تو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں اور (اے مسلمانو) تم جہاں کہیں بھی ہو اپنے چہرے (نماز کے لیے) اسی طرف کیا کرو، تاکہ لوگوں کے لیے تمہارے خلاف کوئی حجت اور دلیل نہ رہے مگر ان میں سے جو ظالم ہیں (وہ کوئی نہ کوئی حجت کرتے رہیں گے) تم ان سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو اور (تحویل قبلہ اس لیے ہوا) تاکہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کروں اور اس لیے بھی تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

تفسیر و تشریح:

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ:

یہ رسالت محمد رسول اللہ ﷺ پر ایک شبہے کا جواب ہے شبہ یہ تھا کہ یہ عجیب نبی ہے جو کبھی بیت اللہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتا ہے اور کبھی بیت المقدس کی طرف، امام الانبیاء ﷺ ہجرت سے پہلے بیت اللہ کی طرف منہ کیا کرتے تھے، مدینہ منورہ میں آئے تو بیت المقدس کو قبلہ بنالیا، یہود کا بھی یہی قبلہ تھا، یہود اس بات پر خوش ہوتے کہ چاہے، وہ ہمارا مخالف ہے مگر قبلہ تو ہمارا تسلیم کرتا ہے، تقریباً سترہ ماہ کے بعد آپ کو حکم ملا کہ آج کے بعد آپ کا قبلہ بیت اللہ ہوگا۔ اس آیت میں اللہ نے بطور پیشن گوئی فرمایا کہ عنقریب جب ہم تحویل قبلہ کا حکم دیں گے تو اس وقت احمق لوگ طرح کے اعتراض کریں گے کہ جس قبلہ بیت المقدس پر یہ تھے انہیں اس سے کس چیز نے پھیر دیا۔

قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ؕ:

یہ اعتراض اور شبہ کا اجمالی جواب ہے کہ سب سمتیں اللہ کی ہیں وہ جس طرف چاہے منہ پھیرنے کا حکم دے دے اس کے حکم کی تعمیل ہی اصل ہدایت ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا:

جس طرح کعبہ تمام کائنات کا روحانی مرکز اور جغرافیائی لحاظ سے ساری دنیا کے سنٹر میں واقع ہے اسی طرح امت محمدیہ کو ہم نے تمام انسانوں کا مرکز عمل بنایا اور دنیا کی راہنمائی و پیشوائی تمہارے سپرد کردی

وسطاً کا معنیٰ معتدل ہے یعنی افراط و تفریط سے پاک امت یا وسط اعلیٰ واشرف اور بہتر کے معنی میں ہے۔ شھداء علی الناس سے مراد مبلغین و عاملین کی جماعت ہے، امام الانبیاء ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "انتم شھداء اللہ فی الارض" یعنی تم زمین میں اللہ کے مبلغ ہو یکون الرسول علیکم شھیدا کے معنیٰ ہونگے (اللہ کا رسول دین کی باتیں تم تک پہنچائے اور تم آگے لوگوں تک۔

امام رازیؒ نے شھیدا کے معنی کئے ہیں مبینا یعنی بیان کرنے والا، شاہ عبد القادر محدث دہلویؒ نے سورہ مزمل میں شاھدا کا ترجمہ کیا ہے بتانے والا، یعنی اللہ کی توحید کی شہادت دینے والا۔آیت کے سیاق و سباق سے بھی یہی معنی موزوں اور مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اسی آیت میں اصحاب رسول اور باقی امت کے لیے بھی شہداء استعمال ہوا ہے۔ جو شہید کی جمع ہے اور آیت کا مفہوم بالکل وہی مفہوم ادا کررہا ہے جو کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تأمرون بالمعروف و تنھون عن المنکر الخ سے سمجھ میں آرہا ہے، کچھ لوگوں نے شھیدا کے معنی حاضر و ناظر کے کئے ہیں جو قرآن کی تحریف معنوی کے زمرے میں آتا ہے، اگر اس آیت سے امام الانبیاء ﷺ کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہورہا ہے تو پھر شہداء کے لفظ سے پوری امت کو حاضر و ناظر ماننا پڑے گا، جس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ :

یہ شبہ کا دوسرا جواب ہے جو پہلے جواب کا تفصیل ہے، مطلب یہ ہے کہ تحویل قبلہ کا حکم اس لیے دیا گیا تاکہ کھوٹے اور کھرے کی پہچان ہوجائے اور مومن اور منافق میں امتیاز ہوجائے، لنعلم علم کا صلہ من ہو تو معنی تمیز ہوتا ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ :

یہاں ایمان سے مراد نماز ہے یعنی جن لوگوں نے بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نمازیں پڑھیں ہیں وہ مقبول ہیں اور اللہ انہیں ضائع نہیں فرمائے گا۔

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ :

عام مفسرین کا خیال ہے کہ آپ ﷺ کی خواہش تھی کہ میرا قبلہ وہی بن جائے جو میرے دادا ابراہیمؑ کا قبلہ تھا چونکہ نبوت بنی اسرائیل سے بنی اسماعیل کی طرف منتقل ہو چکی تھی اس لیے ضروری تھا کہ قبلہ بھی ان ہی کا ہوتا ہم آپ ﷺ کی خواہش تھی کہ ابھی قبلہ کی تبدیلی کا حکم نہ آئے تاکہ یہودی اسلام کے قریب آجائیں کہ یہ نبی اپنے دادا کے قبلہ کی بجائے بیت المقدس کو قبلہ مانتا ہے۔ اس لیے آپ بار بار وحی کے انتظار میں چہرہ مبارک آسمان کی طرف اٹھاتے تھے۔ مولانا حسین علیؒ کا خیال یہ ہے کہ آپ ﷺ تکلیف اور ناگواری کے ساتھ چہرہ آسمان کی طرف اٹھاتے تھے کہ کہیں تبدیلی کا حکم نہ آجائے، مولانا حسین علیؒ اپنے مفہوم پر پہلی دلیل دیتے ہیں کہ تقلب جس باب کا صیغہ ہے اس کا خاصہ تکلف ہے۔ دوسری دلیل آنے والی آیت میں بیان کردہ قرینے ہیں.... پہلا قرینہ **و لئن اتبعت اھواءھم من بعد ما جاءک من العلم** ، دوسرا قرینہ **و لئن اتیت الذین اوتوا الکتب بکل آیۃ** اگر آپ ﷺ تحویل پر خوش تھے تو آپ ﷺ سے یہ کیوں کہا گیا۔ **ترضھا** کا معنی مولانا حسین علیؒ کرتے ہیں جس پر تو راضی ہو جائے گا۔

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَحَيْثُ:

یہ تحویل قبلہ کا حکم ہے اور ساتھ ہی بتایا جارہا ہے کہ اہل کتاب اچھی طرح جانتے ہیں کہ آخری پیغمبر کے لیے تحویل قبلہ کا حکم ہوگا اور اس کا قبلہ بیت اللہ ہوگا۔ (خازن)

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَاۗءَهُمْ ۭ:

مراد اہل کتاب کے علماء ہیں وہ نبی اکرم ﷺ کو اچھی طرح پہچانتے ہیں مگر حسد اور ضد کی بنا پر انکار کر رہے ہیں۔ مولانا حسین علیؒ کہتے ہیں کہ **یعرفونہ** میں ضمیر منصوب تحویل قبلہ کی جانب لوٹ رہی ہے یعنی اہل کتاب تحویل قبلہ کے امر کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ آخری پیغمبر کے لیے تحویل قبلہ کا حکم ہوگا اور اس کا قبلہ بیت اللہ ہوگا۔

ولکل وجھۃ ھو مولیھا فاستبقوا الخیرت یہ تحویل قبلہ کی علت ہے ہر مذہب نے اپنا ایک پسندیدہ قبلہ بنا رکھا ہے، جس کی طرف وہ عبادت کرتے ہوئے رخ کرتا ہے۔

و من حیث خرجت فول وجھک شطر المسجد الحرام: تحویل قبلہ کو دوسری بار ذکر فرمایا جس سے مقصد یہ ہے کہ بیت اللہ تمہارا قبلہ صرف مدینہ کے ساتھ خاص نہیں ہے، سفر میں جاؤ تب بھی یہی قبلہ ہے۔

و من حیث خرجت: یہاں پر اللہ رب العزت تحویل قبلہ کے لیے ایک مضبوط دلیل دینا چاہتے تھے اس لیے تحویل قبلہ کے حکم کا اعادہ فرمایا وہ دلیل یہ ہے کہ تورات و انجیل میں مذکور تھا کہ آخری نبی کا قبلہ بیت اللہ ہوگا اگر اب قبلہ بیت اللہ نہ بنایا جاتا تو یہود و نصاریٰ اسی بات کو تمہارے خلاف بطور حجت کے پیش کرتے۔

حُجَّةٌ ۗ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۚ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ ۚ:

مراد معاندین ہیں وہ تو اعتراض کرتے رہیں گے، یہود کہیں گے اسے وطن کی یاد ستا رہی ہے، مشرکین مکہ کہیں گے بیت اللہ کو قبلہ بنالیا ہے عنقریب ہمارے دین کی طرف لوٹ آئے گا۔ مسلمانوں ان کی طعنوں کی پرواہ نہ کرو، اور ان کی مخالفت سے نہ ڈرو بیت اللہ کو قبلہ بنا کر میں نے اپنی نعمت تم پر پوری کی ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا تقویٰ

امام احمد بن حنبلؒ کے واقعات میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ تین دن سے بھوکے تھے، کسی سے آپ نے آٹا بطور قرض لیا، گھر والے آپ کی حالت سے ناواقف تھے، انہوں نے جلدی سے آپ کے صاحبزادے صالح (جو سرکاری ملازم تھے) کے تنور میں آپ کی روٹی پکادی۔ آپ نے پوچھا کہ یہ روٹی کہاں پکائی ہے؟ تو گھر والوں نے بتایا کہ آپ کے صاحبزادے کا تنور جل رہا تھا، اس میں ہم نے پکالی۔ تو آپ نے سرکاری آمدنی (جو عموماً ظالم حکمرانوں کے جبریہ ٹیکس وغیرہ پر مشتمل ہوتی ہے) سے بچتے ہوئے اس تنور میں پکی ہوئی روٹی کھانے سے انکار فرمادیا۔

(اللہ والوں کی مقبولیت کا راز 100)

تعلیم الحدیث

دو رخا پن

ادارہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم تَجِدُوْنَ شَرَّا النَّاسِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ذَا الْوَجْهَیْنِ الَّذِیْ یَأْتِیْ هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَّ هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ (بخاری، مسلم، مشکوۃ)

ترجمہ:

سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "قیامت کے روز تم دو چہروں والے (دوغلے) انسان کو سب سے بدتر پاؤ گے جو کچھ لوگوں کے پاس ایک چہرہ لے کر آتا ہے اور کچھ لوگوں کے پاس دوسرا چہرا لے کر آتا ہے۔

تشریح:

دو رخا پن بدترین اخلاقی عیب ہے۔ دو افراد کے درمیان جب تعلقات کشیدہ ہوتے ہیں تو سماج میں ایسے رذیل لوگ بھی ہوتے ہیں جو ایک فریق کے پاس جا کر اس کی حمایت میں چرب زبانی کے جوہر دکھاتے ہیں اور دوسرے کے پاس جاتے ہیں تو اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں، سامنے ہوتے ہیں تو تعریفیں کرتے ہیں، قصیدے تصنیف کرتے ہیں اور جب پیچھے ہوتے ہیں تو عیوب بیانی کرتے نہیں تھکتے۔

یہ دو رخا پن سخت ترین اخلاقی عیب ہے۔ قیامت کے روز ایسا بد اخلاق، دوغلا آدمی تمام انسانوں میں سے بدتر حالت اور بدترین مقام پر ہوگا۔

نماز پڑھیں اس سے پہلے کہ آپ کی نماز پڑھی جائے

ندائے حق

تبدیلی مگر کیسی ؟

مدیر

انفرادی اور اجتماعی سطح پر الجھنوں اور پریشانیوں کا اس قدر ہجوم ہے اور مسائل کچھ یوں لاینحل ہوئے جاتے ہیں کہ گھروں، بازاروں، دفتروں، عبادت خانوں، غرض ہر کہیں، تبدیلی کی باتیں ہو رہی ہیں۔ سب تبدیلی چاہتے ہیں اور ہر ایک نئے پاکستان کا خواب دیکھتا ہے، مگر کوئی نہیں جانتا کہ یہ کس طرح اور کس قیمت پر ہو گا!

خواب بیچنے والے، قوم کو بے وقوف بنا رہے اور اپنا الو سیدھا کر رہے ہیں۔ جانتے وہ بھی نہیں کہ "تبدیلی" کیسے آئے گی۔ ان کے تھیلے میں جھوٹے وعدوں اور پورا نہ ہو سکنے والے خوابوں کے علاوہ کچھ نہیں اور عوام کے پاس بھی بیوقوف بننے کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں۔

ایک طویل عرصہ سے مارشل لاء کے منحوس سائے نے قوم کو جکڑے رکھا، جس کی وجہ سے مختلف معاشرتی ادارے زوال پذیر رہے اور قوم کی سیاسی تربیت نہ ہو سکی، اس لیے سیاسی قیادت بھی نہ رہ سکی اور اس خلا کو پر کرنے کے لیے گلی محلے کی سیاست کرنے والے، اپنے حلقے میں دھونس دھاندلی سے اپنا اثر قائم کرنے والے ابھر کر قومی سیاست کا حصہ بن گئے۔ ان لوگوں کے پاس نہ فکر تھی نہ تربیت، نہ انہیں اخلاق کا علم تھا، نہ کردار کی خبر تھی۔ اس لیے انہوں نے ہمارے قومی اجتماعی دھارے میں گند ڈالا، عریانی فحاشی، بے حیائی، بد اخلاقی و بد تہذیبی گندی زبان، اور کرپشن کی لا تعداد کہانیاں اور اختیارات کے غلط استعمال کی نت نئی داستانیں ان کے ماتھے کا جھومر ہیں۔

تبدیلی کی سب سے شدید خواہش صوبہ KPK کے عوام میں پائی جاتی ہے اور وہ ہر الیکشن میں اس کا اظہار بھی کرتے ہیں مگر ہر دفعہ ان کا واسطہ پہلے سے بڑے عفریت کے ساتھ پڑتا ہے اور وہ یہ شعر گنگنانے پر مجبور ہو جاتے ہیں:

اب تو گھبرا کے کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے!

ہم سمجھتے ہیں کہ "تبدیلی" اور "نئے پاکستان" کی تعمیر کا راستہ یہ نہیں کہ ہم گلی محلے کے اوباشوں کو اکٹھا کر سکنے والوں سے کسی اچھائی کی توقع رکھیں۔ "تبدیلی" اور "نئے پاکستان" کی تعمیر کے لیے تین بنیادی باتیں ضروری ہیں:

سب سے اہم اور بنیادی بات خوف خدا ہے۔ خوف خدا کے بغیر انسانیت ممکن نہیں، نہ ہی اپنے حق کی پہچان اور دوسرے کے حق سے بچا سکتا ہے اور طاقت پا کر فرعون بننے سے روکا جا سکتا ہے۔

دوسری اہم چیز احساس ذمہ داری ہے۔ ہم بحیثیت قوم احساس ذمہ داری سے عاری ہیں، جس کی وجہ سے ہم ہر کام دوسروں پر ڈال دیتے ہیں اور خود ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں یہ کام اہل محلہ کریں، وہ کام ممبر اور ناظم کریں، یہ کام ضلع انتظامیہ کا ہے اور وہ صوبائی و وفاقی حکومت کا۔

یوں ذمہ داری ایک دوسرے پر ڈال دینے سے جب کام نہیں ہوتا تو ہم مایوسی کا شکار ہو جاتے اور شارٹ کٹ بلکہ غلط اور مجرمانہ راستوں کے پیچھے بھاگنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس کے بجائے ہر آدمی اپنے حصے کا کام کرے اور معجزوں کے انتظار میں نہ رہے تو بیشتر مسائل حل ہو جائیں گے۔

تیسری اہم چیز شعور کا پیدا کرنا ہے۔ معاشرہ کی ہر سطح پر شعور کی بیداری کے لیے کوشش کی جائے، ہر فرد اپنی ذمہ داری کو محسوس کرے اور معاشرہ کی فلاح کے لیے اپنے کردار کا شعور حاصل کرے۔ اس کا واحد راستہ تعلیم کو عام کرنا ہے اور جو روایتی تعلیم کے دھارے سے نکل گئے ہیں ان کے لیے منبر و محراب کی ذمہ داری دوسروں سے بڑھ کر ہے۔ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو سکول، مدرسہ اور مسجد کے ساتھ جوڑا جائے اور انہیں یہ شعور دیا جائے کہ ہمارا دین ہمیں معاشرہ کو دینے والا بناتا ہے محض لینے والا نہیں۔

اصلاح عقائد و اعمال

لہ دعوۃ الحق

مفتی محمد ایاز

علامہ ابن کثیر نے اپنی ایک تفسیر میں ایک صاحب کا واقعہ لکھا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ غائبانہ پکار صرف اللہ ہی کا حق ہے۔ وہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں ایک خچر پر لوگوں کو دمشق سے زبدانی لے جایا کرتا تھا اور اسی کرایہ پر میری گذر بسر تھی۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے خچر کرائے پر لیا میں نے اسے سوار کیا اور لے چلا ایک جگہ دو راستے تھے،۔ جب وہاں پہنچے تو اس نے کہا اس راہ سے چلو، میں نے کہا میں اس راہ سے ناواقف ہوں سیدھی راہ تو یہی ہے، اس نے کہا نہیں، میں پوری طرح واقف ہوں یہ بہت آسان راستہ ہے اس کے کہنے سے اسی پر رہ چلا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا کہ ہم یکایک بیابان میں آگئے ہیں جہاں کوئی راستہ نظر نہیں آتا، نہایت خطرناک جنگل ہے اور ہر طرف لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ میں سہم گیا، وہ مجھ سے کہنے لگا:

"ذرا لگام تھام لو مجھے یہاں اترنا ہے"

میں نے لگام تھام لی اور وہ اترا اور اپنے کپڑے ٹھیک کر کے چھری نکال کر مجھ پر حملہ کیا میں وہاں سے سرپٹ بھاگا لیکن اس نے میرا تعاقب کیا اور مجھے پکڑ لیا۔ میں نے اس کی منت سماجت کی لیکن اس نے خیال بھی نہ کیا۔ میں نے کہا اچھا یہ خچر اور کل سامان جو میرے پاس ہے تو لے لے اور مجھے چھوڑ دو۔

اس نے کہا یہ تو میرا ہو ہی چکا لیکن میں تو تجھے زندہ نہیں چھوڑنا چاہتا۔ میں نے اسے اللہ کا خوف دلایا، آخرت کے عذابوں کا ذکر کیا لیکن اس نے بھی اس پر کوئی اثر نہ کیا اور وہ میرے قتل پر تلا رہا۔

اب میں مایوس ہو گیا اور مرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ آخر میں اس سے منت اور التجا کی کہ آپ مجھے دو رکعت نماز ادا کر لینے دیجیے، اس نے کہا: اچھا جلدی پڑھ لے، میں نے نماز شروع کی لیکن اللہ کی قسم میری زبان سے قران مجید کا ایک حرف بھی نہیں نکلتا تھا یونہی ہاتھ باندھے، دہشت زدہ کھڑا ہوا تھا اور وہ

جلدی مچا رہا تھا، اسی وقت اتفاق سے یہ آیت میری زبان پر آگئی ''

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَكْشِفُ السُّوْٓءَ''

اللہ ہی ہے جو بے قرار کی بے قراری کے وقت دعا کو سنتا ہے اور قبول فرماتا ہے اور بے بسی، بے کسی، سختی اور مصیبت کو دور کر دیتا ہے، پس اس آیت کا زبان سے جاری ہونا تھا کہ میں نے دیکھا کہ بیچوں بیچ جنگل میں سے ایک گھوڑا بھگائے نیزہ تانے ہماری طرف چلا آرہا ہے اور بغیر کچھ کہے ڈاکو کے پیٹ میں اس نے اپنا نیزہ گھسیڑ دیا جو اس کے جگر کے آر پار ہو گیا، وہ اسی وقت بے جان ہو کر گر پڑا، سوار نے باگ موڑی اور جانا چاہا لیکن میں اس کے قدموں سے لپٹ گیا اور پوچھا" اللہ کے لیے یہ تو بتلاؤ کہ تم کون ہو؟"

اس نے کہا" میں اس کا بھیجا ہوا ہوں جو مجبوروں، بے کسوں اور بے بسوں کی دعا قبول فرماتا ہے، اور مصیبت و آفت کو ٹال دیتا ہے" میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور وہاں سے اپنا خچر اور مال لے کر صحیح سالم واپس لوٹا، ''لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ" اسی کو پکارنا حق ہے، اس کے سوا نہ کوئی پکار سن سکتا اور نہ مصیبتوں اور پریشانیوں کو دور کر سکتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد4،)

جو انسان صرف اور صرف اللہ کو اپنا کارساز اور مشکل کشا سمجھ کر نیز اس کو خالص پکارے گا وہ نجات ضرور پائے گا، اگر اس رب العالمین کی مشیت ہو۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ہر حالت میں اللہ کو پکاریں کیوں کہ وہ ہماری دعاؤں کو سنتا ہے، وہی ہمارا داتا، وہی لجپال، وہی غریب نواز، وہی کنج بخش، وہی وھاب ہے، اور وہی فریادرس ہے اور وہ ہی دعائیں قبول کرتا ہے،

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے قبول کرتا ہوں۔

(البقرہ:186)

اللہ ہمیں توحید پر مبنی عقیدہ نصیب فرمائے۔ آمین

اصلاح عقائد و اعمال

فضول خرچی

مولانا اسعد اعظمی

اللہ رب العالمین نے اس دنیا میں زندگی گزارنے کے لیے جو اسباب و وسائل عطا کیے ہیں، ان کے تعلق سے اُسی نے یہ ہدایت بھی دی ہے کہ ان کے استعمال میں افراط و تفریط سے پرہیز کیا جائے۔ اسی افراط کو فضول خرچی یا اسراف و تبذیر کہا جاتا ہے اور تفریط کو بخل یا تقتیر کا نام دیا جاتا ہے۔ اسراف و تقتیر یہ دونوں مذموم حدیں ہیں، انھیں چھوڑ کر انسان کو میانہ روی، اعتدال اور توازن کی راہ اختیار کرنی چاہیے۔ فرمان الٰہی ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا (الفرقان: 25:76)

جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ بخل، بلکہ ان کا خرچ دونوں انتہاؤں کے درمیان اعتدال پر قائم رہتا ہے۔

در حقیقت فضول خرچی، اللہ کی ناشکری اور نعمت کی ناقدری ہے، کیوں کہ اپنے مال و اسباب کو ادھر ادھر بے دردی کے ساتھ اڑانے والا انسان، اللہ کی مرضی کو فراموش کرکے اپنے نفس امارہ کا غلام بنا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

و لاتبذر تبذیرا۔ ان المبذرین کانوا اخوان الشیطن و کان الشیطن لربہ کفورا۔

(بنی اسرائیل: ۲۷:17۔۲۶)

فضول خرچی نہ کرو، فضول خرچ شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ شیطان جس طرح رب کا ناشکرا ہے، اسی طرح فضول خرچ انسان اپنے عمل سے کفرانِ نعمت کا ارتکاب کرتا ہے اور رب کے غیظ و غضب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

فضول خرچی کی مختلف شکلیں اور مظاہر ہیں۔ ایک غیر محتاط انسان مختلف طریقوں اور مختلف موقعوں پر اس بری عادت اور مذموم عمل کو دہراتا رہتا ہے، جن میں خاص طور سے کھانے پینے، پہننے اوڑھنے،

خوشی منانے اور مختلف مذہبی و سماجی تقریبات شامل ہیں۔ اکل و شرب کے تعلق سے قرآنی آیت بڑے واضح اور صریح الفاظ میں اہل ایمان کو مخاطب کرتی ہے:

وکلوا واشربوا ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین۔ (اعراف: ۳۱:۱۷)

اور کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو، اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

دیکھیے کس قدر مختصر اور دوٹوک انداز میں اسراف کی ممانعت کو اکل و شرب سے جوڑا گیا ہے۔

حضرت مقدامؓ بن معدی کرب روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "آدمی پیٹ سے زیادہ برے کسی برتن کو نہیں بھرتا۔ انسان کے لیے چند لقمے ہی کافی ہیں جو اس کی پیٹھ سیدھی رکھ سکیں۔ البتہ آدمی اگر بضد ہے تو ایک تہائی حصے میں کھانا کھائے، ایک تہائی حصے میں پانی پیے، اور ایک تہائی حصہ سانس کے لیے باقی رکھے۔" (احمد م ترمذی، ابن ماجہ)

کھانے پینے میں اسراف اور بے احتیاطی کے جو دینی اور روحانی نقصانات ہیں وہ اپنی جگہ پر، ساتھ ہی اس کے متعدد جسمانی اور طبّی نقصانات بھی ہیں۔ پھر جو سماجی برائیاں اس سے جنم لیتی وہ الگ ہیں۔ آج اکل و شرب میں اسراف ایک سماجی فیشن بن چکا ہے، جو گھن کی طرح معاشرے کو چاٹ رہا ہے۔ پانچ آدمیوں کو کھانے یا کھلانے کے لیے ۲۵ آدمیوں کا کھانا بنایا یا خریدا جاتا ہے اور انواع و اقسام اتنے کہ سب میں سے اگر صرف ایک ایک لقمہ بھی لیا جائے تو معدہ اس کی تاب نہ لاسکے۔ اس کے بعد بچا ہوا اکثر کھانا تتر بتر ہو جاتا ہے اور کوڑے دان کی نذر ہوتا ہے۔

• تقریبات:

شادی بیاہ کے مواقع پر بھی اکثر لوگ اسراف و تبذیر کا خوب خوب مظاہرہ کرتے ہیں۔ فضول رسموں کا ایک لامتناہی سلسلہ ہوتا ہے جس میں پانی کی طرح پیسہ بہایا جاتا ہے۔ ان لایعنی رسموں میں سے کسی ایک کو بھی ترک کرنا گویا جرم تصور کیا جاتا ہے، حتی کہ مالی اعتبار سے کمزور لوگ بھی اس معاملے میں پیچھے نہیں رہتے۔ قرض لے کر اور بسا اوقات امداد لے کے ہی سہی ایک ایک کرکے ان لوازمات کو فخر سے پورا کرتے ہیں۔ ہماری شریعت میں تو شادی اور نکاح کے عمل کو بہت آسان اور سادہ بنایا گیا تھا اور بے

تکلفی اور سادگی سے شادی بیاہ کے مراسم انجام دینے کی ترغیب دی گئی تھی۔ آسانی اور سادگی سے انجام پانے والی شادی کو خیر و برکت والی شادی گردانا گیا تھا، مگر ان تمام ہدایات کو نظر انداز کرکے ہم نے دنیا بھر کے جھمیلے پال لیے اور اپنی بربادی کا گویا خود اپنے ہاتھوں انتظام کرلیا۔ شادی بیاہ کی رسموں کو فروغ اور بڑھاوا دینے میں عورتیں پیش پیش رہتی ہیں اور کسی بھی رسم کو چاہے وہ کتنی ہی غیر ضروری اور لایعنی کیوں نہ ہو ترک کرنے پر آمادہ نہیں ہوتیں۔

فضول خرچی کا ایک مظہر منگنی کی تقریبات بھی ہیں، جن کا روز بہ روز بڑھتا جارہا ہے حتی کہ بعض لوگ اس کا اس اسراف کے ساتھ اہتمام کرتے ہیں کہ اس میں خرچ ہونے والے سرمایے سے ایک اور درمیانہ نوعیت کی شادی کا انتظام ہوسکتا ہے۔

لباس و پوشاک میں بھی بسا اوقات انسان افراط و اسراف سے کام لیتا ہے۔ لباس کا اصل مقصد ستر پوشی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس سے زینت بھی حاصل ہوتی ہے، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا۔

(اعراف:۲۶:۷)

اے اولادِ آدم! ہم نے تم پر لباس نازل کیا ہے کہ تمہارے جسم کے قابلِ شرم حصوں کو ڈھانکے اور تمہارے لیے جسم کی حفاظت اور زینت کا ذریعہ بھی ہو۔

- **لباس:**

اکل و شرب کے لوازمات کی طرح اللہ جل شانہ نے انسان کو پہننے، اوڑھنے کے سامان بھی مہیا کیے ہیں، البتہ طعام و شراب کی طرح یہاں بھی کفایت شعاری کی تعلیم ہے۔ چنانچہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی روایت میں بسند حسن مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

كُلُوْا وَتَصَدَّقُوْا وَالْبَسُوْا فِيْ غَيْرِ اِسْرَافٍ وَّلَا مَخِيْلَةٍ (نسائی و ابن ماجہ)

"کھاؤ، صدقہ کرو اور لباس استعمال کرو، لیکن اسراف اور غرور و گھمنڈ نہیں ہونا چاہیے۔"

لباس ہی تک معاملہ محدود نہیں ہے۔ انسان کو اپنی پوری زندگی میں تفاخر اور عیش پرستی سے پرہیز کرنا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ نے جب حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن بھیجا تو انھیں نصیحت فرمائی:

اِیَّاکَ وَالتَّنَعُّمِ، فَاِنَّ عِبَادَ اللّٰہِ لَیْسُوْا بِالْمُتَنَعِّمِیْنَ (احمد)

عیش و عشرت سے بچو، اللہ کے بندے عیش و عشرت والے نہیں ہوا کرتے۔

اب ہمیں اپنے آپ کو اپنے ارد گرد کے لوگوں کو دیکھنا چاہیے کہ ہم لباس و پوشاک کے معاملے میں مسرفانہ جاہ و جلال کے طلب گار تو نہیں، کہیں ایسا تو نہیں کہ دو تین واجبی جوڑوں کے بجائے درجن بھر یا اس سے بھی زائد کپڑوں سے ہماری الماریاں تنگ پڑتی ہیں اور ھل من مزید کی صورت حال سے بھی دوچار ہوتے ہیں، اتنے گراں اور بیش قیمت کپڑوں کے ان گنت جوڑے کہ جن میں سے ایک کی قیمت کئی کئی انسانوں کی ستر پوشی کی ضرورت پوری ہو سکتی ہے۔ ہمارے پاس ایسے کپڑوں اور جوڑوں کی لائن تو نہیں لگی ہے؟

- **پانی:**

پانی کے مسرفانہ استعمال کو شاید لوگ فضول خرچی نہیں تصور کرتے کیوں کہ عموما پانی مفت میں دستیاب ہوتا ہے، حالاں کہ پانی اللہ کی عظیم نعمت ہے۔ اور مخلوقات کی زندگی کا دار و مدار اسی پانی پر ہے جیسا کہ خالق دو عالم نے فرمایا:

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ (الانبیاء:۲۱:۳۰)

اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز پیدا کی۔

لیکن ہم نے اتنا پانی برباد کیا اور کر رہے ہیں کہ آج جگہ جگہ پانی کے مسائل کھڑے ہو رہے ہیں، ہینڈ پمپ، کنویں، تالاب اور ندیاں سوکھ رہی ہیں۔ زیر زمین پانی کی سطح روز بروز نیچی ہوتی جا رہی ہے، زمین سے پانی نکالنے والی مشینیں اور موٹریں فیل ہوتی دکھائی دے رہی ہیں، لیکن پھر بھی ہم محتاط ہوتے نظر نہیں آتے۔

- **موبائل:**

موبائل کا بے جا استعمال بھی اسراف و تبذیر کی حدیں پار کر رہا ہے۔ مہنگے سے مہنگا موبائل خریدنا، ہر کچھ دن کے بعد نئے ماڈل کی تلاش میں اسے بدلتے رہنا، کئی کئی موبائل بیک وقت رکھنا، عورتوں، بچوں، بوڑھوں، نوجوانوں سب کے ہاتھوں میں ایک سے اعلیٰ ایک موبائل اور اس کے بجا اور بے جا استعمال سب کی نگاہوں کے سامنے ہے۔ پھر اپنے وقت کا قیمتی حصہ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا پر ضائع کرنا، اس پر اپنی کمائی کا اچھا خاصا پیسہ صرف کرنا اور اپنے مال کے ساتھ وقت اور صحت سب برباد کرنا کیا اسراف میں داخل نہیں ہوگا۔

- **دولت:**

یہ بات کسی پر مخفی نہ ہوگی کہ دنیا کے اکثر حصوں میں عوام کی اکثریت غربت اور فاقہ کشی کا شکار ہے۔ غذا، علاج، بنیادی تعلیم اور ڈھیر سارے مسائل اس کے سامنے ہیں، جن کے لیے وہ پائی پائی کو ترستی ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق دنیا میں ایک اعشاریہ ۲۹ بلین افراد غریب ہیں۔ اقوام متحدہ کے ادارے کی ۲۰۰۰ء کی رپورٹ کے مطابق دنیا کی تمام دولت کا ۴۰ فیصد حصہ صرف ایک فی صد امیر ترین لوگوں کے قبضہ میں ہے اور دنیا کے ۱۰ فی صد امیر افراد ۸۷ فیصد دولت پر قابض ہیں۔ دنیا کی نصف آبادی دنیا کے ۹۹ فیصد دولت کی مالک ہے، جب کہ دنیا کی بقیہ آبادی صرف ایک فی صد دولت پر گزارا کرنے پر مجبور ہے۔

دولت کی یہ غیر منصفانہ تقسیم معاشرے پر کیا برا اثر چھوڑتی ہوگی اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ ایک طرف اربوں اور کھربوں میں کھیلنے والوں کے شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ اور اسراف و تبذیر والی زندگی ہے تو دوسری طرف پائی پائی کو ترسنے والے نان شبینہ کے محتاج ہیں۔

ہمارے دین نے ہمیشہ مال داروں اور آسودہ حال لوگوں کو کمزوروں اور غریبوں پر خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس نے اس سے آگے بڑھ کر ایثار و قربانی کے جذبے کو فروغ دیا ہے۔ مال و دولت کی کمائی اور خرچ دونوں کے تعلق سے اس کی ذمہ داری طے کی ہے۔ چنانچہ قیامت کے دن جن چار یا پانچ سوالوں کا جواب دیے بغیر کوئی بندہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکے گا۔ ان میں ایک سوال

مال کے تعلق سے ہوگا کہ مِنْ اَیْنَ اِکْتَسَبْتَهٗ وَ فِیْمَ اَنْفَقَهٗ (ترمذی) "یعنی مال کمایا کہاں سے اور خرچ کہاں کیا؟ آمد و خرچ دونوں کا حساب دینا ضروری ہوگا۔"

ایک حدیث میں مال کو ضائع کرنے سے روکتے ہوئے فرمایا گیا: وَکَرِهَ لَکُمْ قِیْلَ وَ قَالَ، وَ کَثْرَةَ السُّؤَالِ ، وَ اِضَاعَةَ الْمَالِ (مسلم) یعنی "اللہ تعالیٰ یا وہ گوئی، زیادہ سوال کرنے اور مال ضائع کرنے کو ناپسند فرماتا ہے۔"

ایک سلیم الفطرت مسلمان کو چاہیے کہ اللہ کے عطا کردہ مال و دولت کو احتیاط اور کفایت شعاری سے خرچ کرے، کھانے پینے، اوڑھنے، رہنے سہنے اور دیگر تمام شعبہ ہائے زندگی میں اعتدال و میانہ روی کا مظاہرہ کرے، بے جا رسومات اور غیر ضروری تکلفات میں پڑ کر خود کو اور اپنے سماج کو تباہی کے راستے پر نہ لے جائے۔ اللہ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرتے ہوئے اس میں غریبوں، مسکینوں اور حاجت مندوں کا حق تسلیم کرے اور ان تک برضا و رغبت اسے پہنچائے۔ یہ ایک دینی فریضہ بھی ہے اور انسانی و اخلاقی ذمہ داری بھی۔ اگر ایسا نہ کیا گیا اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو پا کر فسق و فجور اور اسراف و تبذیر کے راستے پر چلنے لگے، تو سابقہ قوموں اور سرمایہ داروں کا انجام سامنے رکھنا ہوگا۔

وَ اِذَا اَرَدْنَا اَنْ نُّهْلِکَ قَرْیَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِیْهَا فَفَسَقُوْا فِیْهَا فَحَقَّ عَلَیْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِیْرًا۔ (بنی اسرائیل: ۱۷:۱۶)

جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے خوش حال لوگوں کو حکم دیتے ہیں اور وہ اس میں کھلی نافرمانیاں کرنے لگتے ہیں، تب عذاب کا فیصلہ اس بستی پر چسپاں ہو جاتا ہے اور اسے برباد کرکے رکھ دیتے ہیں۔

اللہ رب العالمین ہمیں ہر طرح کے برے انجام سے بچائے، اپنی نعمتوں کی حفاظت کرنے اور ان کی قدر کرنے کی توفیق بخشے، اسراف و تبذیر جیسے شیطانی عمل سے بچا کر انفاق و ایثار کے راستے پر چلا دے، آمین!

سیرت وتاریخ

شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی

شخصیت وکردار

حبیب اللہ حسن

انگریزوں کے خلاف 1857ء میں شروع کی گئی تحریک آزادی کے مشن کو آپ نے کافی بڑھایا۔ تحریک کا مرکز افغانستان کے علاقے کابل کو بنایا۔ آپ کی یہ تحریک "ریشمی رومال" کے نام سے مشہور ہے۔ آپ دوسرے مسلم اکابرین کی طرح عسکری بنیادوں پر مسلمانوں کو منظم کرکے انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا چاہتے تھے۔ اس سلسلے میں آپ نے 1333ھ میں حجاز مقدس کا سفر کیا1334ھ تک وہاں رہے۔ 1335ھ کے آغاز میں آپ کو گرفتار کرکے مالٹا پہنچا دیا گیا۔ 1335ھ کو وہاں سے رہا ہوئے اور ہندوستان پہنچے، ان دنوں ہندوستان میں تحریک خلافت کا زور تھا۔ آپ نے بڑھاپے، نقاہت اور بیماری کے باوجود تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔ مالٹا کی اسیری کے دوران آپ بیمار ہوگئے تھے۔ وطن واپسی پر بھی بیماری سے افاقہ نہ ہوا، لیکن اس کے باوجود انہوں نے جدوجہد کا راستہ نہیں چھوڑا۔ حضرت گنگوہیؒ کے بقول آپ علم کا مخزن تھے۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ آپ کو شیخ العالم کہتے تھے۔ مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ آپ کو شریعت وطریقت کا بادشاہ کہتے تھے اور مولانا حسین احمد مدنی اور علامہ شبیر احمد عثمانی آپ کو علم شریعت اور طریقت کا بحر بیکراں کہتے تھے۔ آپ کا حلقۂ درس نہایت مہذب اور شائستہ تھا۔ جس کو دیکھ کر سلف صالحین واکابرین کے حلقوں کا نقشہ نظروں میں پھر جاتا تھا۔ آپ کا سلسلۂ نسب امیر المؤمنین حضرت عثمان غنیؓ سے جاملتا ہے۔ آپ کے تلامذہ میں ان ہزاروں بوریہ نشیں شاگردوں میں چند نے دریاؤں کے رخ کو موڑ کر ایک نیا انقلاب برپا کیا۔ وہ شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ۔ حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ، مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ دہلوی، سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ، فخر المحدثین حضرت مولانا فخر الدین مراد آبادیؒ، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ، حضرت

مولانا میں اصغر حسین دیوبندیؒ اور حضرت مولانا اعزاز علی دیوبندیؒ جیسے مشاہیر علم و فضل اور ان کے رفقاء ہیں۔

شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ میں حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ کو اپنے خوابوں کی تعبیر نظر آتی تھی، شیخ الہند کے لاشعور میں یہ بات گھر کر گئی تھی کہ اخلاص، للّٰہیت، ایثار و قربانی کے یہ عظیم مجسمے جن سے بہتر لوگ اس روئے زمین پر کہیں نہیں ہونگے۔ ایسے بے لوث اور بے پناہ استادوں کی تعلیم، تربیت اور فیض صحبت نے حضرت شیخ الہند کو لیلائے آزادی کا دیوانہ بنادیا تھا۔ 1803ء سے 1857ء تک ملت اور وطن سے محبت کی ہزاروں داستانیں ہیں، ایسے جیسے گلہائے رنگارنگ کا کوئی حسین ترین گلدستہ ہو یا آسمان کی پیشانی پر چمکتی ہوئی کوئی کہکشاں ہو۔ جن علماء نے قربانیاں دیں ان کی تعداد ہزار سے زائد ہے۔ 1916ء میں حضرت شیخ الہند نے یہ اعلان کر کے سارے لوگوں کو چونکا دیا کہ دار العلوم دیوبند 1866ء میں قائم ہوا تھا، اب 1916ء شروع ہو چکا ہے۔ آج دار العلوم دیوبند کے قیام کو پورے پچاس سال ہو گئے، ہمارے استاد محترم نانوتویؒ نے اس کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے دعا فرمائی تھی: "رب العالمین تحریک تحفظ اسلام کے اس نوزائیدہ مرکز کی صرف پچاس سال حفاظت فرمادے تو پھر یہ تحریک دنیا بھر میں اپنی جگہ آپ پیدا کرلے گی۔" اب اس کے قیام کو پچاس برس ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے استاد مرحوم کی دعا سن لی، اب مجھ کو اس کی کوئی پروہ نہیں کہ دار العلوم کے در و دیوار اب رہیں گے یا اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی جائے گی، لیکن وطن کی آزادی جس کے لیے ہمارے اساتذہ نے بیش بہا قربانیاں دی ہیں جو کہ ان کی زندگی کی سب سے بڑی آرزو اور ان کی آنکھوں کا سب سے بڑا حسین خواب تھا، اس کی تعبیر تلاش کرنے کا وقت آگیا ہے۔

شیخ الہندؒ کے رہنما اصولوں کی روشنی میں عدم تشدد، عدم تعاون، ترک موالات اور مذہبی اتحاد کو بنیاد بنا کر 1920ء میں آزاد وطن کے لیے چھٹی اور فیصلہ کن جدجہد کا آغاز کیا، جو بار آور ثابت ہوئی۔

ا۔ آپ نے ہندوستان کی آزادی کے لیے پورے ملک میں ہونے والی منتشر کوششوں کو بڑی خوبصورتی سے منظم کر دیا۔

۲۔ شکوک وشبہات اور مذہبی وعلاقائی تعصبات کی آگ میں جھلستے ہوئی قومی اتحاد کو ایک نئی زندگی بخشی۔
۳۔ اخوت وبھائی چارگی کے لیے ترستی ہوئی ہندوستانی فضا کو محبت کا ماحول فراہم کیا۔
۴۔ مسلمانانِ ہند قدیم وجدید تعلیم یافتہ طبقات میں بٹا ہوا تھا۔ یہ دونوں طبقات ایک دوسرے سے بہت دور تھے۔ حضرت شیخ الہند نے دونوں کو بہت قریب کیا۔ ایک طرف جدید علوم والوں میں خدا پرستی اور دین داری کی روح پھونکی تو دوسری طرف انگریزی تعلیم کی اہمیت اور ضرورت کا احساس دلا کے علماء قدیم کی اس سے وحشت کو کافی کم کیا، اس لیے جہاں ان کے مریدوں اور معتقدوں میں علماء قدیم کا ایک جم غفیر دکھائی دیتا ہے، وہیں سینکڑوں جدید تعلیم یافتہ مسلمان بھی آپ کے گرد سمٹ کر آگئے تھے۔

19 جولائی 1920ء میں انگریزوں سے عدم تعاون اور ترک موالات کا فتویٰ دیا، جس سے انگریزوں کے خلاف ہندوستانیوں کا ذہن اس قدر بدلا کہ انگریزوں کی نوکری اور ان کے عطا کردہ وظائف و اعزازات اور القاب وخطابات کو لوگ عزت کی بجائے حقارت سے دیکھنے لگے۔ صرف 26 سال کے قلیل عرصہ میں برطانوی اقتدار کے غرور اور نخوت کے سورج کو ہندوستان کے بوریہ نشین فقیروں نے بحر ہند میں بڑی حقارت وذلت کے ساتھ غرق کر دیا۔ 30 نومبر 1920ء مطابق 18 ربیع الاول 1339ھ کو علم وعمل، ایمان ویقین، عزم وحوصلہ، ہمت وشجاعت اور ایثار وقربانی کا یہ نیرِ تاباں ہمیشہ کے لیے روپوش ہو گیا لیکن اس کی ہزاروں کرنیں انسانیت کی تمام تر اعلیٰ اخلاقی اور عملی قدروں کا نور اکناف عالم میں بکھیر رہی ہیں۔

دراصل دیوبندیت حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی طریقت وروحانیت، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی فکر وبصیرت اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی فقاہت کے مجموعے کا نام ہے۔ یہ تین شخصیات دیوبندی مکتب فکر کی اساس اور بنیاد سمجھی جاتی ہے، جبکہ شیخ الہند ان تینوں اکابر کی روحانیت، فکر اور فقہی مزاج کے امین تھے۔ مگر ہماری نئی نسل کا المیہ یہ ہے کہ ان سب بزرگوں کے نام عقیدت واحترام سے تو لیتے ہیں لیکن ان کے تعارف اور افکار وتعلیمات سے باخبر ہونے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ بلکہ ہم اپنے ماحول اور اپنے مزاج میں خود اپنے قائم کردہ خولوں میں ان شخصیتوں کو بند کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور اپنے ذوق ومزاج یا ماحول کے چند اختلافی اور فروعی مسائل کو ہی دیوبندیت اور ان اکابر کا فکر وعقیدہ سمجھ کر بس اسی پر اکتفا کر رہے ہیں۔ دینی مدارس کے اکثر اساتذہ اور طلبہ میں اس بات کا شعور اور احساس موجود نہیں کہ جن جن بزرگوں کے ہم نام لیوا ہیں، جن کے نام پر ہم عزت حاصل کر کے اپنی گدیاں، خانقاہ اور مدارس چلا رہے ہیں، ان کی علمی وفکری جدوجہد کا دائرہ کیا تھا؟ طریق کار کیا تھا؟ معاشرے پر اس کے اثرات کیا ہیں؟ اللہ تعالیٰ صحیح فکر وشعور حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

تعمیر فکر و کردار

مہارتوں کی تلاش کیوں؟

ڈاکٹر عبدالرحمٰن العریفی

ایک دن میں کچی آبادی میں گیا۔ وہاں مجھے ایک تقریر کرنی تھی۔ میں تقریر سے فارغ ہوا تو کچی آبادی کے نواح میں ایک اسکول ماسٹر جو میری تقریر سننے آیا تھا، میرے پاس آیا اور بولا: "ہماری خواہش ہے کہ آپ کچھ طلبہ کی کفالت کرنے میں ہماری مدد کریں۔"

میں نے استفسار کیا: "تعجب ہے! کیا اسکول سرکاری اور ان میں تعلیم مفت نہیں؟" "بالکل! ایسا ہی ہے۔ لیکن ہم نے ان کے لیے یونیورسٹی میں پڑھائی کی ذمہ داری اٹھا رکھی ہے۔" اس نے جواباً کہا۔ اس پر میں نے کہا: "یونیورسٹی کی حیثیت بھی تو وہی ہے۔ کیا وہ سرکاری نہیں؟ وہ تو طلبہ کے لیے وظائف بھی جاری کرتی ہے۔" آخر وہ بولا: "میں آپ کو اصل بات بتاتا ہوں۔"

ہمارے ہاں سیکنڈری اسکول سے بعض طالب علم ایسے بھی نکلتے ہیں جن کے حاصل کردہ نمبروں کا تناسب سالانہ 99 فیصد سے کسی طرح کم نہیں ہوتا۔ چند ایک میں تو ذہانت و فطانت کا ایسا جوہر پایا جاتا ہے جو ایک امت میں تقسیم کر دیا جائے تو اس کے لیے بھی کافی ہو۔ ایسا طالب علم اسکول کی تعلیم سے فراغت کے بعد شہر جا کر میڈیکل، انجینئرنگ، اسلامی قانون یا کمپیوٹر کے میدان میں اعلیٰ تعلیم کا خواہاں ہوتا ہے۔ لیکن اس کا باپ اسے روک دیتا ہے اور کہتا ہے: "بہت پڑھ لیا تم نے۔ اب آرام سے گھر بیٹھو اور بکریاں چرانے جایا کرو۔" "کیا.....؟ بکریاں چرانے؟؟" میں بے ساختہ چلایا۔ اس نے کہا: "ہاں! ہاں! بکریاں چرانے۔"

"اور واقعی لڑکا بے چارہ تعلیم کا سلسلہ منقطع کر کے اپنے والد کے ساتھ بکریاں چرانی شروع کر دیتا ہے۔ نتیجتاً اس کی تمام صلاحیتیں اور مہارتیں اندر ہی اندر دم توڑ دیتی ہیں۔ سالہا سال یونہی گزر جاتے ہیں اور وہ بکریاں چراتا رہتا ہے۔ اس دوران شادی ہوتی ہے، بچے ہو جاتے ہیں جو اپنے والد کا طرز زندگی اپناتے اور بالآخر بکریاں ہی چراتے ہیں۔"

"اس گھمبیر مسئلے کا حل کیا ہے، آپ نے اس کے متعلق کیا سوچا ہے؟" میرا سوال تھا۔ وہ بولا: "ہمارے پاس اس کا حل اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم اس کے باپ کو قائل کرنے کی کوشش کریں کہ وہ بکریاں چرانے کے لیے چند سو روپے کے عوض، جن کی ادائیگی کا ذمہ ہم اپنے سر لیتے ہیں، کوئی ملازم رکھ لے اور اس کا ہونہار بیٹا اپنی خداداد

صلاحیتوں کو بڑھانے اور انھیں نکھارنے میں مصروف ہو جائے، نیز تعلیم مکمل ہونے تک ہم اس کے تمام اخراجات پورے کرتے رہیں۔"

یہ کہہ کر ماسٹر چند ثانیے کے لیے خاموش ہوا اور سر جھکائے بیٹھا رہا۔ پھر یکایک بڑے پر جوش لہجے میں کہنے لگا: "ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیے کہ افرادِ کار کی وہی صلاحیتیں اور نفع بخش قابلیتیں ان کے سینوں ہی میں دب کر رہ جائیں اور وہ ساری عمر اُن پر حسرت کی آہیں بھرتے رہیں۔"

اسکول ماسٹر کے جانے کے بعد میں نے اس کی باتوں پر غور کیا تو اس نتیجے پر پہنچا کہ "بلندیوں پر فائز ہونا اس کے بغیر ناممکن ہے کہ دستیاب مہارتوں کو بھرپور انداز سے استعمال میں لایا جائے اور اپنے اندر مزید صلاحیتیں پیدا کرنے کی تگ و دو جاری رکھی جائے۔"

جی ہاں!

میں یہ بات چیلنج کے طور پر کہتا ہوں کہ آپ کے کسی بھی شعبے میں خواہ وہ علم و تحقیق کا شعبہ ہو یا دعوت و تبلیغ اور خطابت کا میدان، تجارت کا پیشہ ہو یا طب و انجینئرنگ کا مشغلہ، کامیاب لوگوں کا تجزیہ کریں۔ دور جانے کی ضرورت نہیں آپ اپنے خاندان یا اپنے معاشرے کے کامیاب افراد کے اطوار کا مطالعہ کریں۔ یہ دیکھیں کہ ایک کامیاب باپ کا اپنی اولاد کے ساتھ کیسا سبھاؤ ہے یا ایک کامیاب بیوی اپنے شوہر کے ساتھ کیونکر خوش و خرم زندگی گزار رہی ہے۔ یہاں کامیاب افراد سے میری مراد کامیاب افراد ہی ہیں نہ کہ وہ لوگ جو جبراً دوسروں کے کندھوں پر سوار رہتے ہیں اور عزیز و اقارب ان کے ساتھ زندگی گزرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

آپ کامیاب زندگی گزارنے والے ایسے تمام افراد کے کردار کا مشاہدہ کریں۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ ان میں سے ہر ایک، خواہ اسے احساس ہو یا نہ ہو، اپنے میدان میں چند مخصوص مہارتیں استعمال کرتا ہے جن کی بدولت وہ کامرانی کی منزل تک پہنچنے میں کامیاب ہوا۔

بعض افراد فطری طور ہر کامیاب ہنر استعمال کرتے ہیں۔ یہ بات اُن کے مزاج کا حصہ ہوتی ہے۔ جبکہ بعض دیگر افراد مہارتیں سیکھ لیتے ہیں اور انہیں استعمال کرکے کامیابی سے ہمکنار ہوتے ہیں۔

ہم ایسے ہی کامیاب لوگوں کو تلاش کرکے ان کی حیاتِ مستعار کا مطالعہ کریں اور ان کا طریق کار جاننے کی کوشش کریں کہ وہ کیسے کامیاب ہوئے اور کیا ہمارے لیے ممکن ہے کہ ہم بھی وہی راستہ اپنا کر ان کے مانند کامیاب زندگی کا خواب شرمندۂ تعبیر کر سکیں۔

کچھ عرصہ قبل میں نے دنیا کے ایک امیر ترین آدمی سلیمان راجحی کا انٹرویو سنا تھا۔ میں اس کے کوہساروں جیسے بلند عزائم اور شاندار افکار سے بے حد متاثر ہوا۔ وہ بے پناہ جائیداد کا مالک ارب پتی انسان ہے۔ اس نے سیکڑوں مساجد تعمیر کی ہیں اور ہزاروں یتیم اور بے سہارا بچوں کی کفالت کا ذمہ اٹھا رکھا ہے۔

ایک ایسا آدمی جو کامیابی و کامرانی کی بلند و بالا چوٹی پر براجمان ہے۔ اس نے پچاس برس قبل ترقی کے اس سفر کی شروعات کے متعلق بتاتے ہوئے کہا کہ وہ ایک عام آدمی تھا جس کے پاس ہاتھ پاؤں کے سوا کچھ نہیں ہوتا جنھیں کام میں لا کر وہ اپنے لیے دو وقت کی روکھی سوکھی روٹی کا بندوبست کرتا ہے اور کبھی دو وقت کی روٹی سے بھی ہاتھ دھونا پڑتے ہیں۔

اُس نے بتایا کہ وہ روزی کمانے کی خاطر لوگوں کے گھروں میں صفائی ستھرائی کا کام کیا کرتا اور کبھی سارا سارا دن کسی دکان یا بینک میں مزدوری کرتا تھا۔ اس نے تفصیل سے اُن تمام مراحل کا ذکر کیا جن سے گزر کر وہ دامنِ کوہ سے بلندی کی طرف سفر کرتے ہوئے چوٹی پر جا پہنچا۔

میں نے سلیمان راجحی کی مہارتوں اور صلاحیتوں پر غور کیا تو مجھ پر منکشف ہوا کہ ہم میں سے بیشتر افراد اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس جیسی شہرت اور ناموری حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ تبھی ممکن ہے جب ہر آدمی کچھ مخصوص ہنر سیکھے اور چند مہارتیں اپنائے، پھر ان پر سختی سے عمل پیرا رہے اور انھیں اپنے معمولات میں شامل کرے۔

ایک اور بات جو ہمیں مہارتوں کی جستجو پر اکساتی ہے، یہ ہے کہ بعض افراد میں بے پناہ تخلیقی صلاحتیں موجود ہوتی ہیں لیکن انھیں ان کا بالکل احساس نہیں ہوتا یا ان صلاحیتوں کو بیدار کرنے اور ان کے متعلق شعور دلانے کے سلسلے میں کوئی فرد ان کی مدد اور رہنمائی نہیں کرتا۔ کچھ لوگ بہت اچھی تقریر کر سکتے ہیں، بعض گہرے کاروباری ذہن کے مالک ہوتے ہیں، کوئی ذہین و فطین اور وسیع النظر ہوتا ہے۔ مشکل صرف اِن قابلیتوں کے احساس کی ہے۔ خوش نصیب لوگ یا تو خود اپنی موجود صلاحیتوں کا کھوج لگا لیتے ہیں یا تعلیم کے مرحلے سے گزرتے ہوئے کسی کا بیدار مغز استاد اسے باخبر کر دیتا ہے۔ ادارے کے ملازم کو اس کا نگران (BOSS) مطلع کر دیتا ہے۔ کسی خوش قسمت کو ارادہ دکھانے کے لیے اس کا کوئی بھائی یا دوست خیر خواہ نکل آتا ہے، ہر چند ایسے ناصحین کم ہی کسی کو میسر آتے ہیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ یہ ہنر اور مہارتیں روح کی جیل میں قید ہو کر رہ جاتی ہیں۔ انھیں باہر آ کر پنپنے اور نشو و نما پانے کا موقع نہیں ملتا۔ بالآخر معاشرے کا عام مزاج ان پر غالب آجاتا ہے اور یہ غنچے بن کھلے مرجھا جاتے ہیں۔

تب ہم کوئی ذہین لیڈر یا بے مثال خطیب یا کوئی اچھا عالم کھو دیتے ہیں یا کوئی کامیاب شوہر اور خیر خواہ باپ گنوا بیٹھتے ہیں۔

واضح تصور:

جب آپ پہاڑ کی بلندی پر چڑھنا شروع کریں تو چوٹی پر نگاہ رکھیں۔ ارد گرد بکھری پڑی چٹانوں کی طرف نہ دیکھیں۔ اعتماد سے قدم قدم چلتے رہیں۔ جست لگانے کی کوشش نہ کریں۔ یوں آپ کا پاؤں ڈگمگا سکتا ہے۔

نجوم ہدایت

خوشبو

عبداللہ فارانی

غزوہ بدر کے کافی مدت بعد نبی اکرم ﷺ کا گزر وادیٔ صفرا سے ہوا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے ساتھ تھے۔ اس وادی میں پڑاؤ ڈال دیا گیا، ایسے میں ہوا چلنے لگی۔ ہوا میں مشک کی خوشبو آرہی تھی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی: "اے اللہ کے رسول ﷺ! کہیں سے مشک کی خوشبو آرہی ہے اور بہت تیز خوشبو ہے۔"

یہ سن کر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔: "تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے، یہاں ابو معاویہ کی قبر ہے، یہ خوشبو ان کی قبر سے آرہی ہے۔"

ابو معاویہ کا نام عبیدہؓ بن حارث مطّلبی تھا۔ غزوہ بدر میں شہید ہوئے تھے۔ آپ کا شمار بڑے صحابہؓ میں ہوتا ہے۔ ابو معاویہ ان کی کنیت تھی۔ ان کا تعلق بنو عبد مناف کی شاخ بنو مطلب سے تھا اور یہ نبی اکرم ﷺ کے پردادا ہاشم بن عبد مناف کے بھائی مطلب کے پوتے تھے۔ اس طرح رشتے میں آپ کے چچا تھے۔ عمر میں آپ سے دس سال بڑے تھے۔ آپ بھی سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں شامل ہیں۔ جب آپ ایمان لائے، جوانی کی عمر گزر چکی تھی اور بڑھاپا شروع ہو چکا تھا۔ قریش نے جب آپ ﷺ اور آپ کے جاں نثاروں سے معاشرتی تعلق توڑ لیا اور آپ شعب ابی طالب میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے تو باقی لوگوں میں عبیدہؓ بن حارث بھی شامل تھے۔ تین برس اس وادی میں گزارے۔ یہ تین سال اس قدر تکلیف دہ تھے کہ بیان سے باہر ہے۔ پھر جب مدینے کی طرف ہجرت کی گئی تو عبیدہ بن حارث بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ ہجرت کر کے مدینے پہنچے اور حضرت عبداللہؓ بن سلمہ العجلانی کے مکان میں ٹھہرے، ہجرت کے وقت ان کی عمر ساٹھ سال سے کچھ زیادہ تھی۔ نبی ﷺ کے نزدیک آپ کی بہت قدر تھی، اس لیے آپ کو شیخ المہاجرین کا لقب ملا۔ آپ ﷺ نے انہیں زمین کا ایک ٹکڑا بھی عنایت فرمایا۔ مکے میں جب آپ ﷺ نے بھائی چارہ کرایا تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو ان کا بھائی بنایا تھا۔ جب مہاجرین اور انصار کا بھائی چارہ کرایا تو حضرت عمیر بن حمام انصاری رضی اللہ عنہ کا بھائی بنایا۔

غزوہ بدر سے پہلے نبی اکرم ﷺ نے قریش کی نقل و حرکت معلوم کرنے کے لیے ساٹھ کے قریب صحابہ کو روانہ فرمایا۔ ان کی قیادت حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو سونپی گئی۔ ان صحابہ میں حضرت

سعد بن ابی وقاص جیسے بڑے اور پر جوش صحابہ بھی شامل تھے، یہ مہم سریۂ عبیدہ کے نام سے ہی مشہور ہوئی۔ سریہ اس لڑائی کو کہتے ہیں جس میں آپ ﷺ خود شریک نہ ہوئے ہوں۔

۱۷ رمضان المبارک کو بدر کے میدان میں ایک ہزار کفار کے مقابلے میں نبی اکرم ﷺ اپنے ۳۱۳ جان نثاروں کو لے آئے۔ ان میں عبیدہ بن حارث شامل تھے۔ عام لڑائی سے پہلے جب کافروں میں تین نامی گرامی بہادر عتبہ، شیبہ اور ولید نکل کر سامنے آئے اور مقابلے کے لیے للکارے تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت حمزہ، حضرت علی، اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہم کو ان کا مقابلہ کرنے کا حکم فرمایا۔

تینوں جواں مرد میدان میں نکلے، لڑائی شروع ہوئی۔ عتبہ حضرت حمزہ کے ہاتھ سے اور ولید حضرت علی کے ہاتھ سے مارا گیا۔ حضرت عبیدہ اور شیبہ میں دیر تک مقابلہ رہا۔ آخر حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ اس کے ایک وار سے زخمی ہو گئے، ان کی پنڈلی پر زخم آیا۔ یہ دیکھ کر حضرت علی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما نے آگے بڑھ کر شیبہ کو جہنم رسید کیا اور حضرت عبیدہ کو میدان سے اٹھا لائے۔

انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا۔ انہیں شدید زخمی پا کر آپ ﷺ کو صدمہ پہنچا، آپ نے انہیں تسلی دی۔ اس وقت حضرت عبیدہ بن حارث نے عرض کی: "اے اللہ کے رسول! کیا مجھے شہادت کی موت نصیب نہیں ہو گی؟" جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا: "بلاشبہ تمہیں شہادت کا رتبہ ملے گا اور تم نیک لوگوں کے پیشوا ہو۔"

آپ کا یہ ارشاد مبارک سن کر حضرت عبیدہ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا، عرض کی: "آج اگر ابو طالب زندہ ہوتے اور مجھے اس حالت میں دیکھ لیتے تو انہیں معلوم ہو جاتا، جو الفاظ انہوں نے کہے تھے، ان کے حق دار دراصل ہم ہیں"

ابو طالب نے کہا تھا: "ہم رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کریں گے یہاں تک کہ ان کے ارد گرد جانیں دیں گے اور اپنے اہل و عیال سے بے نیاز ہو جائیں گے۔" مطلب آپ کا یہ تھا کہ ان کے الفاظ کو پورا تو ہم نے کیا ہے۔

بدر میں شان دار فتح کے بعد اسلامی لشکر مدینے کی طرف روانہ ہوا تو حضرت عبیدہ رضی اللہ کا آخری وقت آپہنچا، ان کی روح وادی صفرا میں پہنچ کر پرواز کر گئی۔ ان کو دفن کیا گیا۔ ایک مدت تک ان کی قبر سے مشک کی خوشبو آئی رہی۔ اللہ اکبر! یہ مقام ہے اللہ کے راستے میں شہید ہونے والے ایک عاشق رسول کا۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔ ان کے ہاں چار لڑکیاں اور چھ لڑکے ہوئے۔

رضی اللہ عنہم

حالات حاضرہ

انقلاب کا راستہ

محمد ندیم

اسلامی تحریکات کا مقصد و نصب العین معاشرتی تبدیلی اور انقلاب کا برپا کرنا ہے۔زمین کو بچھانے ، آسمان کو دھویں سے تخلیق کرنے اور عرش پر ذات الٰہی کا مستوی ہونے کے بعد اِنہیں دونوں مقاصد کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو بحیثیت خلیفہ دنیا میں مبعوث فرمایا اور دنیا جہان کی چیزیں اشرف المخلوقات کے لئے مسخر کر دیں، اب انسان بحیثیت خلیفہ اگر ان دونوں مقاصد یا ان میں سے کسی ایک کو بھی پایہ تکمیل تک نہ پہنچا سکے یا ان میں سے کسی بھی مقصد کی تکمیل کے لئے سنگ میل ثابت نہ ہو تو گویا زندگی کا مقصد اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ چوپایوں کی مانند کھایا پیا اور ہضم کیا، کے علاوہ اور کچھ نہ رہے گا، حالانکہ دنیا و آخرت میں کامیابی کی کلید اپنی زندگی کے مقصد کو متعین کرنے اور اُس کے لیے بروقت کامل و ٹھوس منصوبہ بندی میں پنہاں ہے۔ذاتِ الٰہی پر ایمان رکھنے والے ہر شخص کو از خود زندگی کا مقصد متعین کرنے کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ اُسے اِس بات کا یقین ہونا چاہیے کہ جس ذات نے مجھے تخلیق فرمایا، میری پرورش کی، میرے لیے کائنات کو مسخر کیا، میرے لیے کامیابی کی راہیں کھولیں اور مجھے کامیابی کے رستے پر چلنے کی ترغیب اور طریقہ کار بتلایا، زندگی کا راز اور حقیقت سمجھائی، بھلا وہ ذات مجھے بغیر کسی مقصد کے دنیا میں کیسے بھیج سکتا ہے۔چنانچہ کبھی ارشاد ہوتا ہے: اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ۔ کبھی ارشاد ہوتا ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ۔ کبھی ارشاد ہوتا ہے: وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ اور اسی طرح دیگر بیسیوں آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ دنیا میں بھیجتے ہی انسان بحیثیت مسلمان کے مقصد کا تعین کیا جا چکا ہے اور وہ ہے اپنی ذاتی، معاشرتی تبدیلی اور انقلاب کا برپا کرنا اور اُس ذات باری تعالیٰ کے مقصد کے تعین میں خطا ہونا بھی محال ہے۔

ہاں البتہ وقت کے تقاضوں اور حالات کے مد و جزر کو مد نظر رکھتے ہوئے انسان کو اپنی مضمر اور فطری صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے کامل و ٹھوس منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔ منصوبہ بندی کے

پلیٹ فارم سے فرار ہونے کے لیے کسی بھی مسلمان کے شایان شان یہ بات مناسب نہیں کہ وہ اپنی کم ہمتی اور عدم منصوبہ بندی کو اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسے کا نام دے کر اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو ہمیشہ کے لیے دفن کر دے۔ صرف ان باتوں سے "اللہ تمام بھلا کرنے والا ہے"، "بس اللہ پر توکل کرنا چاہیے" اسے کچھ نہیں ہونے والا، اگر یہی کچھ ہوتا جیسا کہ ہم سوچ اور کہہ رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ کیونکر فیصلہ کرنے کی صلاحیت کو انسان کے اندر ودیعت فرماتے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فطری اور تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے فرمایا: یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَھُمْ کبھی فرمایا: مَنْ شَاءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاءَ فَلْیَکْفُرْ اور کبھی فرمایا: ھَدَیْنٰهُ السَّبِیْلَ، اِمَّا شَاکِرًا وَّاِمَّا کَفُوْرًا۔ لہٰذا ٹھوس منصوبہ بندی، مستحسن اقدامات اور جائز پالیسیاں وقت کی اہم ضرورت ہے۔ لیکن ان منصوبہ بندیوں کے لیے تجربہ اور مشاہدہ کا معیار ہونا چاہیے نہ کہ ضد، ہٹ دھرمی، خواہش اور ناقص عقل۔

زیرک اور ہوشیار وہی شخص کہلاتا ہے جو تاریخ کے انقلابات اور تبدیلیوں سے سیکھتا ہے۔ تبدیلی ناگزیر ہے لیکن اُس کے لیے طریقہ کار وہی ہونا چاہیے جس سے عقائد، اعمال، تعلیم، صحت، اخلاقی اقدار، معیشت و تجارت میں صالح تبدیلی ممکن اور یقینی ہو۔

تاریخ گواہ ہے کہ ہر پیامبر دنیا میں تبدیلی کا پیغام لے کر بھیجا گیا ہے لیکن الہامی طور پر اُن کو طریقہ کار سے بھی آگاہ کر دیا گیا تھا۔ تبدیلی نظریاتی اصلاح اور فکری تربیت سے شروع ہو کر معاشرتی اور سیاسی انقلاب پر کر منتج ہوتی ہے۔ ہر پیامبر تبدیلی کے لئے یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ کو بنیاد بنا کر آگے بڑھتا ہے اور بڑھتے بڑھتے ءَاِنَّکُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَاءِ وَ تَقْطَعُوْنَ السَّبِیْلَ وَ تَاْتُوْنَ فِیْ نَادِیْکُمُ الْمُنْکَرَ جیسے اخلاقی جرائم کو جڑ سے اکھاڑتے ہوئے یٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِکْیَالَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ جیسے عالمی تجارت و معیشت کی اصلاح اور معاشرتی تبدیلی تک پہنچ جاتا ہے۔ اور نتیجتاً ایسا معاشرہ وجود میں آتا ہے جن کے عقائد و نظریات ایسے غیر متزلزل کہ اگر موت کا منادی اپنا پیغام لے کر پہنچ جائے تب بھی پائے ثبات اپنے نظریات پر جمے رہتے ہیں، جن کے اعمال ایسے قابل رشک کہ عرش سے اُن کو سراہا جاتا ہے، جن کی تعلیم ایسی پُر کشش کہ عالم کفر بھی تعلیم و ترقی کے میدان میں بھیک مانگنے پر مجبور ہوں، جن کی صحت ایسی قابل دید کہ ہزاروں زخم کھا کر بھی وہ

بیسیوں سال جیتے، جن کے اخلاق ایسے قابل تقلید کہ لوگوں کے لئے نمونہ بن جائیں اور جن کی تجارت و معیشت ایسی مفید، عادلانہ اور پُر اثر کہ زکوٰۃ لینے والا بھی کوئی نہ ملے اور مختلف ممالک میں تجارت کی غرض سے جانے والے تاجر پردیسیوں کو اپنی طرف کھینچ لائے۔

آج اگر کوئی مقتدر طبقہ اُس پٹڑی پر چلے بغیر جس پر کبھی کامل شخصیات چلا کرتے تھے تبدیلی کا نعرہ لگائے تو یقیناً تبدیلی کو آنے سے کوئی نہیں روک سکتا، لیکن تبدیلی کا گراف کچھ یوں ہوگا: کہ اُن کے عقائد غیر مدلل اور ایسے گندے اور غلیظ ہونگے کہ گھن آنے لگے گی، نظریات ایسے کہ دو کوڑی کے عوض بیچنے کو راضی ہو جائیں، اعمال ایسے قابل تعذیب کہ برسوں عذاب کے کوڑے برسے، تعلیم ایسی بے نظم، بے ترتیب اور بوسیدہ جس کے باعث شرح خواندگی روز بروز گھٹتی چلی جارہی ہے، صحت ایسی کہ ہسپتالوں میں مزید مریضوں کی گنجائش نہیں، اخلاقی اقدار کی تو بات ہی کچھ اور ہے، عورتوں کی عزت کو تار تار کرکے اپنی شیطانی اور حیوانی ہوس کو پورا کرنے کے لئے آزادی، حقوق نسواں اور تبدیلی کے نام پر دنیا کے سامنے نچوانے کو تبدیلی کے لئے نسخۂ اکسیر قرار دیتے ہیں، اخلاق یہاں تک گر چکے ہیں کہ پچھلے روز ایک باپ اپنی سوتیلی بیٹی پر دھندا کرتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑا گیا، ضمیر بیچھے جاچکے ہیں، عالمی سطح پر معیشت و تجارت کا اندازہ آپ 2016 کے ایک رپورٹ سے لگا سکتے ہیں کہ 30 اگست 2016 تک ملک پر مقامی قرضے 14 کھرب روپے تک پہنچ چکے ہیں جو قرضوں کی حد کے قانون کے خلاف ہے، جبکہ نقصان میں چلنے والے حکومتی اداروں پی آئی اے، اسٹی ملز اور ریلوے گزشتہ تین سالوں میں مالی نقصانات 705 ارب روپے تک پہنچ چکے ہیں جو ایک تشویشناک امر ہے۔ عوام کو ذریعہ معاش کی تلاش میں اس حد تک مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے کہ کلرک کی پوسٹ کے لئے ہزاروں ماسٹر ڈگری ہولڈرز لمبی قطار کی زینت بنتے ہوتے ہیں۔ تبدیلی جو کہ کامیابی کا پیش خیمہ ہے اگر دو چار جگہ تعمیراتی منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے سے ممکن ہوتی تو ہم سے کہیں گنا مضبوط اور مزید تر صلاحیتوں والی قومیں پہلے گزر چکی ہیں جن کے بارے میں ارشاد ہے: تَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ اور دوسری جگہ ارشاد ہے اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ تیسری جگہ ارشاد ہے اَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَا اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا اور چوتھی جگہ ارشاد ہے يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صرح ان آیات سے پتہ چلتا ہے کہ وہ لوگ بھی فقط تعمیراتی منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کے بعد

اُس پر فخر کرتے تھے لیکن نتیجہ کیا نکلا وہی جس کا ڈر تھا فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۔ اُن کا یہ رویہ نہ تو اُن کو کامیاب بنا سکا اور نہ اُن کی قوم کامیابی سے ہمکنار ہوئی، بلکہ اس کے برعکس خود بھی ڈوبے ہیں صنم تجھ کو بھی لے ڈوبیں گے کا مصداق بنیں۔

خدارا! تبدیلی کی اس پٹڑی پر چلتی ہوئی گاڑی کا رخ اگر یورپ، امریکہ و برطانیہ کی بجائے حجاز کی طرف کر دیا جائے اور بے حیائی کی سونامی کے بجائے حیا کو فروغ دیا جائے تو وہ دن دور نہیں کہ ترقی کی راہ پر چلتے ہوئے جس سانپ نے ہمیں ڈس کر نیچے گرا دیا تھا دوبارہ سیڑھی پر چڑھ کر اُس سانپ کو اپنے پیروں تلے کچل کر آگے نکل جائیں۔

دو بہترین اور بدترین ٹکڑے

حضرت لقمان حکیم رحمہ اللہ کے آقا نے ان سے ایک مرتبہ کہا کہ بکری ذبح کرکے اس کے دو بہترین حصے میرے پاس لے آؤ۔ انہوں نے بکری ذبح کی اور اس کا دل اور زبان آقا کے پاس لے گئے۔ آقا نے پھر حکم دیا ایک اور بکری ذبح کرکے اس کے دو بدترین ٹکڑے میرے پاس لے آؤ۔ انہوں نے بکری ذبح کی اور اس مرتبہ بھی اس کا دل اور زبان آقا کے پاس لے گئے۔ اس نے پوچھا میں نے بہترین حصے طلب کیے تو تم یہی لائے، بدترین طلب کیے تب بھی یہی لائے۔ حضرت لقمان حکیم رحمہ اللہ نے فرمایا: میرے آقا! دل اور زبان اچھے رہیں تو ان سے بہتر جسم کا کوئی عضو نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ بگڑ جائیں تو ان سے بدتر کوئی عضو نہیں ہو سکتا۔ یہ بہترین رہیں تو بہتر ہیں اور اگر بدتر رہیں تو بدترین ہیں۔ (کتابوں کی درس گاہ میں: 71)

ہر دلعزیز بنیں

ایک اچھا سامع وہ ہوتا ہے جو کھلے چہرے اور پوری توجہ کے ساتھ مخاطب کی بات کو سُنے، قطع کلامی نہ کرے اور دورانِ گفتگو مختلف حربوں اور تائیدی اشاروں سے گفتگو میں اپنی دلچسپی ظاہر کرتا رہے۔

اخلاقیات

خودداری

خالد رحمٰن

وہ نجی شعبے میں چلنے والا ایک بڑا اور مہنگا ہسپتال تھا۔ صاف ستھری اور کشادہ عمارت، تربیت یافتہ خوش اخلاق عملہ، اعلیٰ تعلیم یافتہ ماہرین اور علاج اور دیکھ بھال کی بہترین سہولیات۔ عام آدمی کے لیے ایسے کسی ہسپتال میں علاج کے اخراجات برداشت کرنا ممکن نہ تھا۔ اسی لیے جب وہ خاتون، جو بظاہر کسی غریب خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ اپنے والد کو علاج کے لیے اس ہسپتال میں لے کر داخل ہوئی اور کہا کہ میں اپنے باپ کا پرائیوٹ علاج کرانا چاہتی ہوں تو ہسپتال کا عملہ فوری طور پر تیار نہ ہوا۔

ڈاکٹر کے دریافت کرنے پر خاتون نے بتایا کہ وہ ایک اسکول ٹیچر ہے اور عام سے اسکولوں میں کام کرنے والی دوسری ٹیچر کی طرح معمولی تنخواہ پر گزارا کرتی ہوں۔ رہائش شہر کے ایک غریب علاقے میں ہے۔

اسی معمولی سی آمدنی کی بنیاد پر باپ کا مہنگا پرائیوٹ علاج وہ کیوں کر کرا سکے گی؟ یہی سوچ کر ڈاکٹر نے مشورہ دیا کہ وہ کسی عام (سرکاری) ہسپتال میں اپنے والد کو داخل کرادے۔ خاتون کی پریشان دیکھ کر ڈاکٹروں نے اس سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے یہ پیشکش بھی کردی کہ وہ ایسے کسی ہسپتال میں متعلقہ ڈاکٹروں سے اس کے لیے سفارش بھی کردیں گے کہ مریض کا پوری طرح خیال رکھا جائے۔ لیکن خاتون تیار نہ ہوئی۔ اس نے اصرار کیا کہ وہ اپنے بوڑھے باپ کے لیے بہتر علاج، پرسکون ماحول اور اچھی نگہداشت کا انتظام کرنا چاہتی ہے، اور یہ کہ وہ بے شک غریب ہے لیکن جس حد تک ممکن ہوگا ہسپتال کے اخراجات ادا کرے گی۔ چنانچہ اس کے باپ کو ہسپتال میں داخل کرلیا گیا اور ہسپتال کے ذمہ داران نے علاج معالجہ پر آنے والے اخراجات میں ممکنہ حد تک رعایت بھی کردی۔

چند روز میں مریض صحت یاب ہوگیا اور اپنی بیٹی کے ساتھ گھر واپس چلا گیا۔ ہسپتال میں ڈاکٹروں اور عملہ کے لوگوں کے لیے مریضوں کا آنا جانا معمول کا واقعہ ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ بات بھی آئی گئی ہوگئی۔

اس واقعے کو چند روز گزر گئے، وہ خاتون پھر ہسپتال پہنچی۔ اس کے ہاتھ میں پانچ ہزار روپے تھے۔ ڈاکٹر سے ملاقات کی اور کہا کہ آپ نے میرے والد کے علاج کے سلسلے میں بل میں جو رعایت کی تھی اس کے عوض یہ رقم رکھ لیں۔ میں نے کمیٹی ڈالی ہوئی تھی۔ اب میری کمیٹی نکل آئی ہے تو میں یہ رقم ادا کرنا چاہتی ہوں۔

ڈاکٹر کو معلوم تھا کہ وہ ایک غریب، معمولی تنخواہ دار ملازم خاتون ہے۔ کچھ پیدل چل کر اور کچھ فاصلے تک ویگن میں سفر کرکے آئی ہے۔ ڈاکٹر نے شکریہ ادا کیا اور کہا کہ آپ کا حساب مکمل ہو چکا ہے، بل ادا ہو چکا ہے۔ اب آپ بھول جائیں اور رقم واپس لے جائیں۔ لیکن خاتون پھر بھی مُصر رہی۔ اس کا کہنا تھا کہ آپ بل میں یہ رقم شامل نہیں کر سکتے تو پھر اسے اپنے پاس رکھ لیں اور جب کوئی میرے جیسا غریب مریض آئے تو اس کے بل میں میری طرف سے شامل کر لیں۔

ڈاکٹر کے لیے یہ حیران کن بات تھی۔ اسے شرمندگی بھی ہو رہی تھی۔ وہ خاتون کو کیا جواب دے؟ خاتون مسلسل اصرار کرتی رہی لیکن ڈاکٹر نے انکار کر دیا۔ میرے اندر یہ حوصلہ نہیں کہ میں یہ رقم لے سکوں۔ آپ یہ رقم لے جائیں اور اپنے پاس رکھیں۔

ایک عام اور غریب گھرانے سے تعلق رکھنے والی یہ باعزت خاتون مایوس ہو کر رقم ساتھ لیے واپس چلی گئی لیکن ڈاکٹر کو یقین سا تھا کہ وہ یہ رقم اپنے استعمال میں نہ لائے گی بلکہ کسی غریب مریض کو دے کر رہے گی۔

انسانی زندگی میں مالی وسائل کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ آج کی دنیا میں انسان کی ہر مادی ضرورت کا عملاً انحصار اس بات پر ہوتا ہے کہ اس کے پاس کس قدر مال و دولت ہے، اور ایک غریب گھرانے کی تو عام کیفیت یہ ہوتی ہے کہ خواہشات اور آرزوؤں کی ایک ایسی فہرست ہمہ وقت موجود ہوتی ہے جو تشنہ رہ جاتی ہے۔

یوں ایک ایک پیسے کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ ایسے میں دوسروں کے لیے ایثار و قربانی اور خدمت کا مظاہرہ اسی وقت ممکن ہے جب انسان اعلیٰ اخلاقی اقدار پر یقین رکھتا ہو اور ان پر عمل کرنے کے لیے تیار ہے۔

اس غریب خاتون ٹیچر کی اپنی ضروریات بھی کم نہ ہوں گی۔ ظاہر ہے اس نے جو کمیٹی ڈالی ہو گی وہ ان میں سے کسی اہم ضرورت کے لیے ہو گی لیکن اپنی ضرورت کو نظر انداز کر کے ہسپتال کے واجبات کی مد میں رقم کی ادائیگی پر اصرار اس کی خود داری اور عزت نفس کا مظہر ہے۔

خود داری یا عزت نفس وہ اخلاقی وصف ہے جس سے انسان اپنی عزت، اپنی شان، اپنے مرتبے اور اپنی حیثیت کی حفاظت کرتا ہے، اور یہ اسی وقت ہوتا ہے جب انسان محض اپنی خواہشات کا غلام نہ ہو۔ دولت اور وسائل کے حصول کو زندگی گزارنے کا محض ایک ذریعہ سمجھے، اسے زندگی کا مقصد نہ بنائے۔

اس خود داری کے ساتھ ساتھ انسان دوسروں کے لیے ایثار بھی کرتا ہو تو در حقیقت یہ اعلیٰ اخلاقی کیفیت کی علامت ہے۔ ایثار بلاشبہ فیاضی کا سب سے بڑا اور سب سے آخری درجہ ہے اور یہ اسی فرد کے لیے ممکن ہے جو اللہ اور رسول ﷺ کی دی گئی تعلیمات کی روشنی میں انسانوں سے محبت رکھتا ہو اور ان کی خدمت اور مدد کو اپنا نصب العین بنائے۔

کینسر کا روحانی علاج

(1) گیارہ مرتبہ درود ابرہیمی، گیارہ مرتبہ سورۂ فاتحہ بسم اللہ کے ساتھ پھر الا یعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر (سورۂ ملک: 2، 222) (دو ہزار دو سو بائیس مرتبہ) پھر گیارہ مرتبہ درور ابراہیمی پھر گیارہ مرتبہ سورۂ فاتحہ بسم اللہ کے پڑھ کر بدن پر پھونکیں اور پانی پر دم کر کے پیے

(2) گیارہ مرتبہ درورد ابراہیمی پھر سورۂ مریم پھر گیارہ مرتبہ درود ابرہیمی مرض پر دم کریں اور پانی پر دم کر کے پینا ہے۔ یہ عمل 40 دن تک بلاناغہ کرنا ہے۔

دعوت

امت کا مقصد بعثت

قرآن مجید، احادیث نبوی ﷺ اور اسوۂ صحابہؓ کی روشنی میں اہل اسلام نے شروع ہی سے دعوت دین کو اپنی ایک اہم ذمہ داری سمجھا ہے۔ جب تک دین کے حوالے سے مسلمانوں کا اجتماعی شعور بیدار رہا، دعوت و تبلیغ کا کام فرد، معاشرہ، امت اور ریاست ہر سطح پر جاری رہا۔ دور انحطاط میں بھی اس کام کو جابجا کسی نہ کسی انداز میں انجام دینے کی کوشش کی جاتی رہی۔ موجودہ دور مین جسے داعیان دین احیائے اسلام کا دور کہتے ہیں، مختلف خطوں میں دعوتی کام کو نسبتاً موثر اور منظّم انداز سے کرنے کے لیے دعوتی و تبلیغی تنظیمیں اور جماعتیں کام کر رہی ہیں۔

عصر حاضر میں امت مسلمہ کے اہل دعوت کو چند در چند مسائل درپیش ہیں۔ آج مادہ پرستی بھی موجود ہے اور اسلامی و غیر اسلامی روحانیت بھی، آج فلسفہ بھی ہے اور محسوسات و طبعیات کی عملداری بھی، آج کائنات بے کراں بھی نظر میں ہے اور دنیا ایک گاؤں کی شکل بھی اختیار کر گئی ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی آج سورج میں اترنے اور نیا انسان پیدا کرنے کو بھی ممکنات میں سے سمجھتی ہے اور علمی اور فنی لحاظ سے قحط الرجال کا بھی شدید سامنا ہے۔ ایسے حالات میں ضروری ہے کہ دعوت دین کا کام بھی مختلف انداز، مختلف جہتوں، مختلف سطحوں اور مختلف وسائل کے ساتھ سرانجام دیا جائے۔

دعوت کا قرآنی مفہوم

دعوت کے لغوی معنی "پکار" یا "بلاوا" ہیں۔ اصطلاحی طور پر اس کا مطلب لوگوں کو دین اسلام کی طرف بلانا ہے۔ قرآن مجید میں دعوت کا لفظ لوگوں کو اللہ رب العالمین اور اس کے بھیجے ہوئے دین کی طرف بلانے کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ و الموعظۃ الحسنۃ

اے نبی ﷺ اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت و حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ۔

اس آیت مبارکہ میں دعوتی حکمت کا جو سبق پنہاں ہے اس کو بنیاد بناتے ہوئے قاری محمد طیب

(۱۸۹۵۔ ۱۹۸۳ء مطابق ۱۴۰۳۔ ۱۳۱۲ھ) نے 80 صفحات پر مشتمل "اسلام میں دعوت و تبلیغ کے اصول اور قواعد" مرتب کیے ہیں۔

دعوت کے مضمون کو بڑے خوبصورت انداز میں پیش کرنے والی ایک اور آیت ہے: و من احسن قولا ممن دعا الی اللہ و عمل صالحا و قال انني من المسلمین۔ اور اس شخص کی بات سے اچھی بات اور کس کی ہوگی جس نے اللہ کی طرف بلایا، اور نیک عمل کیا اور کہا کہ میں مسلمان ہوں۔

کارِ دعوت۔ الٰہی ذمہ داری

کار دعوت کی اہمیت اس امر سے بھی واضح ہوتی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا میں بھیجتے وقت یہ نصیحت کی گئی کہ:

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ0

ہم نے کہا کہ "تم سب یہاں سے اتر جاؤ۔ پھر جو میری طرف سے کوئی ہدایت تمہارے پاس پہنچے تو جو لوگ میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے، ان کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہ ہوگا، اور جو اس کو قبول کرنے سے انکار کریں گے اور ہماری آیات کو جھٹلائیں گے، وہ آگ میں جانے والے ہیں، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔"

مندرجہ بالا آیت کی رو سے انسان کو دنیا میں بھیجتے وقت ہی اللہ تعالی نے اس ہدایت کا کام اپنے ذمہ لے لیا اور خاتم النبیین کی بعثت اور آخری الہامی کتاب کے نزول کے وقت بھی یہ کہہ کر اس بات کا اعادہ کیا اور توثیق فرمائی کہ: اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى۔ (اللیل 12)

بے شک راستہ بتانا ہمارے ذمہ ہے۔

چونکہ انسان تک ہدایت پہنچانا اللہ تعالی نے بہت مقامات پر اپنی مدد اور داعیان دین کو اپنے مددگاروں سے تعبیر کیا۔ مثلاً: وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهَ مَنْ يَّنْصُرُهٗ (الحج: 40)

اللہ ضرور ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کریں گے۔

ایک اور مقام پر فرمایا: قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ، حواریوں نے جواب دیا ہم اللہ کے

مددگار ہیں"

"دین اسلام کی اقامت میں حصہ لینے کو قرآن مجید میں اکثر مقامات پر "اللہ کی مدد" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ زندگی کے جس دائرے میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو ارادہ واختیار کی آزدی ہے اس میں وہ انسان کو کفر یا ایمان، بغاوت یا اطاعت میں سے کسی ایک راہ کے اختیار کرنے پر اپنی خدائی طاقت سے مجبور نہیں کرتا۔ اس کے بجائے وہ دلیل اور نصیحت سے انسان کو اس بات کا قائل کرنا چاہتا ہے کہ انکار و نافرمانی اور بغاوت کی آزادی رکھنے کے باوجود اس کے لیے حق یہی ہے۔۔۔ کہ (اپنے خالق کی بندگی اور اطاعت اختیار کرے۔ اس طرح فہمائش اور نصیحت سے بندوں کو راہ راست پر لانے کی تدبیر کرنا، یہ دراصل اللہ کا کام ہے اور جو بندے اس کام میں اللہ کا ساتھ دیں ان کو اللہ اپنا رفیق ومددگار قرار دیتا ہے اور یہ وہ بلند سے بلند مقام ہے جس پر کسی بندے کی پہنچ ہو سکتی ہے۔۔۔ جو اس دنیا میں روحانی ارتقاء کا سبب اونچا مرتبہ ہے۔" (تفہیم القرآن)

دعوت امت کا مقصدِ بعثت:

لوگوں کو اللہ کے راستے کی طرف بلانا ہی نبی کریم ﷺ کی بعثت کا مقصد ہے اور ان کے بعد یہ کام اس امت کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ قرآن مجید نے اس کام کو امت کا مقصدِ بعثت قرار دیا ہے: **کنتم خیر امة اخرجت للناس تأمرون بالمعرف و تنهون عن المنکر (ال عمران: 110)**

"اب دنیا میں وہ بہترین گواہ تم ہو جنہیں انسانوں کی ہدایت واصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بدی سے روکتے ہو۔"

اس آیت مبارکہ سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ دعوت کا کام کرنا ایک اور کوئی اضافی خوبی نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ:

مسلمان کے نام سے آپ کو ایک مستقل امت بنانے کی واحد غرض جو قرآن میں بیان کی گئی ہے وہ یہی ہے کہ آپ تمام بندگان خدا پر شہادت حق کی حجت پوری کریں۔

وکذلک جعلنا کم امة وسطا لتکونوا شهداء علی الناس و یکون الرسول علیکم شهیدا (البقرة: 143)

اور اسی طرح تو ہم نے تم مسلمانوں کو ایک "امت وسط" بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور

رسول تم پر گواہ ہو۔

قرآن کریم میں اللہ رب العالمین نے دعوتی کام کی حیثیت ایک نفلی نیکی کی نہیں قرار دی کہ اگر کام کیا تو اجر، اور نہ کیا تو کوئی حرج نہیں بلکہ اس عظیم کام سے پہلو تہی پر اپنے غضب کا ایسا اظہار کیا ہے جو ایمان کے دعوے داروں کو لرزا دینے کے لیے کافی ہے۔ فرمایا گیا:

ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینت و الھدی من بعد ما بینہ للناس فی الکتاب اولئک یلعنھم اللہ و یلعنھم اللعنون الا الذین تابوا و اصلحوا و بینوا فاولئک اتوب علیھم و انا التواب الرحیم (بقرہ:159)

"جو لوگ ہماری نازل کی ہوئی روشن تعلیمات اور ہدایات کو چھپاتے ہیں، درآں حالیکہ ہم انہیں سب انسانوں کی رہنمائی کے لیے اپنی کتاب میں بیان کر چکے ہیں، یقین جانو کہ اللہ بھی ان پر لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔ البتہ جو اس روش سے باز آئیں اور اپنے طرز عمل کی اصلاح کرلیں اور جو کچھ چھپاتے تھے، اسے بیان کرنے لگیں، ان کو میں معاف کردوں گا اور میں بڑا درگزر کرنے والا اور رحم کرنے والا ہوں۔"

اسی بناء پر دعوت و تبلیغ سے غافل فرد کو نبیؐ کا صحیح پیروکار نہیں کہا جاسکتا۔ ارشاد باری تعالی ہے:

قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا و من اتبعنی و سبحن اللہ و ما انا من المشرکین۔ (یوسف: 108)

[اے پیغمبر] "آپ اس سے صاف کہہ دیجیے کہ میرا راستہ تو یہ ہے، میں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں، میں خود بھی پوری روشنی میں اپنا راستہ دیکھ رہا ہوں اور میرے ساتھی بھی۔ اور اللہ پاک ہے اور شرک کرنے والوں سے میرا کوئی واسطہ نہیں۔"

قرآن مجید کی اس واضح ہدایت سے معلوم ہوتا ہے کہ:

(1) اللہ کی طرف دعوت دینا نبیؐ کی اتباع کے ساتھ لازم ہے اور جو اس دعوت سے غفلت برتے گا وہ آپؐ کا صحیح پیروکار نہیں اور یہ کہ

(2) آیت کے خاتمہ پر **وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ** کے الفاظ اس طرف اشارہ کررہے ہیں کہ دعوت الی اللہ کے فریضے کو نظر انداز کرنا ایک موحد کی شان کے خلاف ہے۔

سیدنا نعمان بن بشیرؓ کی مشہور روایت ہے کہ آپؐ نے دعوت و تبلیغ کی اہمیت واضح کرنے کے لیے کشتی کی مثال دے کے سمجھایا کہ اگر لوگوں نے غلط کام کرنے والوں کو نہ روکا تو صرف غلط کار ہی نہیں ان سے اغماض برتنے والے لوگ بھی ہلاک ہو جائیں گے۔

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

حضرت حذیفہ بن الیمانؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم ضرور نیکی کی طرف دعوت دیتے رہنا اور ضرور برائی سے روکتے رہنا ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر کوئی عذاب بھیج دے اور پھر تم اس سے دعائیں کرو لیکن وہ قبول نہ ہوں۔

خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر صحابہ کرامؓ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے بھی دعوت و تبلیغ کے کام کو جاری رکھنے کی وصیت کی اور فرمایا:

فلیبلغ الشاھد الغائب (الصحیح البخاری)

"جو یہاں موجود ہیں میری باتوں کو ان لوگوں تک پہنچادیں جو یہاں نہیں ہیں۔" یہ فرمانِ نبویؐ آج بھی مسلمان کے لیے حکم کا درجہ رکھتا ہے کہ ان کو دین کے بارے میں جو کچھ معلوم ہو اسے دوسروں تک پہچائیں۔ دین کی باتیں اور دین کی دعوت دوسروں تک پہچانے کا یہ مطلب نہیں کہ ایک دفعہ بات پہنچا کر فرض سے سبکدوش ہو گئے بلکہ اپنی پوری قوت وصلاحیت صرف کرکے منکر کو ختم کرنے کی کوشش کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ و ذلک اضعف الایمان (الصحیح المسلم)

"تم میں سے جو بھی کوئی برائی دیکھے اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے۔ اگر یہ نہیں کرسکتا تو اپنی زبان سے اسے بدلے اور اگر یہ بھی نہیں کرسکتا تو اپنے دل سے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔"

اس حدیث مبارکہ کا مخاطب ہر اہل ایمان ہے اور اس سے کہا جارہا ہے کہ تم برائی کو روکنے کی کوشش کرو۔ جس طرح نماز جیسی فرض عبادت کے لیے حکم ہے کہ ہر حال میں لازماً ادا کی جائے۔ اگر کھڑے ہو کر پڑھنے کی استطاعت نہیں تو بیٹھ کر اور بیٹھ کر بھی نہ پڑھ سکتے ہوں تو لیٹ کر ہی پڑھ لی جائے لیکن ترک نہ کی جائے، اسی طرح منکر کے بارے میں حکم ہے کہ ہاتھ سے یعنی بالفعل روکا جائے، ہاتھ سے

روکنے کی طاقت نہ ہو تو وعظ و تلقین اور رائے عامہ کی ہمواری کے ذریعے روکنے کی کوشش کی جائے اور یہ بھی ممکن نہ ہو تو برائی کو دل کی طاقت سے، نوافل پڑھ کر، دعا مانگ کے، بدلنے کی تدابیر سوچ کر اپنی کوشش ضرور کی جائے۔

دعوت علماء کی نظر میں:

مسلمان قوم کا سب سے بڑا فرض اس پیغام الٰہی کی معرفت، اس کی بجاآوری، اس کی تعلیم، اس کی دعوت، اس کی اشاعت اور اس کے حلقہ بگوشوں کی ایک پوری برادری کا قیام اور اس کے حقوق کو بجالانا ہے۔

مولانا امین احسن اصلاحی کی نظر میں تو اس امت کے خیر امت ہونے کی وجہ ہی یہ ہے کہ یہ دعوت و تبلیغ کا کام کرتی ہے:

یہی فریضۂ رسالت ہے جس کی وجہ سے اس امت کو خیر امت کہا گیا۔ اگر مسلمان اس فرض منصبی کو بھلادیں تو یہ دنیا کی دوسری قوموں میں سے بس ایک قوم ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کو اس بات کی پرواہ نہیں ہے کہ وہ دنیا میں عزت کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں یا ذلت کے ساتھ۔ بلکہ اس فرض کو فراموش کردینے کے بعد وہ اسی طرح ایک معتوب قوم بن جائیں گے جس طرح دنیا کی دوسری قومیں معتوب ہو گئیں۔ (دعوت دین اور اس کا طریقہ کار: 31)

امام نووی کے حوالے سے عبد الکریم زیدان لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص یہ سمجھے کہ اس کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کوئی نتیجہ نہیں ہوتا اور اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے تو اس کے ایسا سمجھنے سے اس سے فرض ساقط نہیں ہوتا بلکہ اس کے باوجود اس پر یہ فرض عائد رہے گا۔ کیونکہ داعی پر صرف امر و نہی کی ذمہ داری ہے، اسے قبول کرانے کی ذمہ داری اس پر نہیں ہے۔

(اصول دعوت دین: 198)

تاریخ اسلام کے ہر دور میں مسلمانوں نے دعوت کے اس فریضہ کو انفرادی اور اجتماعی طور پر ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ہر مسلمان کی فطرت میں دعوت کا عنصر شامل ہے اور کوئی بھی باشعور مسلمان جس کے ارد گرد غیر مسلم موجود ہوں اسے لازماً ان تک دعوت پہنچانے کا خیال اور فکر رہتی ہے۔ ہاں ادوار، افراد اور گروہوں کے اعتبار سے انداز کار اور ترجیحات مختلف ہو سکتی ہیں۔ بلکہ درست

تو یہ ہے کہ جن جن حالات اور زمانوں میں جس قسم کے کام کی ضرورت رہی اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس طرح کے افراد کار بھی پیدا کیے اور انہیں اس زمانہ کی ضروریات کے مطابق صلاحیتیں بھی عطا فرمائیں۔

مولانا محمد الیاس دعوت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: نماز میں نور، قرآن میں نور، زکوٰۃ میں اثر۔ ان اعمال سے انسان کی ذات خود مستفید و متاثر ہوتی ہے۔ لیکن دعوت سب سے اونچا عمل ہے۔ ام الحسنات ہے۔ دین کی دعوت دینے سے جو نور انسان کے دل میں پیدا ہوتا ہے اس کی شعاعیں دوسروں پر پڑتی ہیں۔ اس سے کئی دل منوّر ہوتے ہیں۔ جیسے کہ روشنی سے سارا جہاں منور ہوتا ہے۔

ایک اور موقع پر مولانا محمد الیاس نے فرمایا:

اس امت نے دعوت کو چھوڑ کر دعا کی قوت کو کھو دیا۔ دعوت کے ساتھ داعی کی دعائیں اللہ پاک ایسے قبول کرتے ہیں جیسے بنی اسرائیل کے انبیاء کی دعائیں قبول ہوئیں۔ (فضائل اعمال: 4،5)

داعیان دین کو دعوت کے راستے میں استقامت کے ساتھ کام کرنے کی ترغیب دلاتے ہوئے "دعوتِ الی اللہ اور انبیاء کرام کا طریق کار" میں محمد سرور بن نائف زین العابدین لکھتے ہیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس سخت موقف پر تو کوئی تعجب نہیں، تعجب تو حضرت ہاجرہ کی اس بات سے ہے کہ "وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا" ایک عورت ذات ہے، بے آب و گیاہ چٹیل میدان ہے، رہنے سہنے کے لیے کوئی گھر نہیں، میل جول کے لیے لوگ نہیں، پانی کا کوئی چشمہ نہیں کہ خود پی سکے اور اپنے بچے کو پلا سکے اور رزق کا کوئی ذریعہ نہیں مگر جب اس خاتون کو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابرہیم علیہ السلام کو یہ حکم دیا ہے تو انہیں اطمینان ہو گیا اور جنگل کے درندوں اور خونخوار جانوروں کا خوف دل سے نکل گیا، کیونکہ ان کا ایمان تھا کہ جس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ اٹھالیں اسے کوئی موذی جانور تکلیف نہیں دے سکتا۔ آہ کس قدر شدید ضرورت ہے اس بات کی کہ ہمارے دعاۃ و علماء کا ایمان بھی حضرت ہاجرہ کے ایمان کی طرح مضبوط ہو اور حضرت ہاجرہ کی طرح سراپا انقیاد و اطاعت بن جائیں۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی اسے مسلمان قوم کے اجتماعی فرائض میں سر فہرست قرار دیتے ہیں:

قرآن پاک نے امت مسلمہ کے انفرادی اور اجتماعی فرائض میں جس فریضہ کو بہت زیادہ اہمیت اور تاکید کے ساتھ بار بار بیان کیا ہے وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا دو گونہ فریضہ ہے۔ یہ فریضۂ امت مسلمہ کے اجتماعی فرائض میں سر فہرست ہے۔ (فریضۂ دعوت و تبلیغ: 2)

کارِ دعوت امت کا ایک ایسا فریضہ ہے جس سے غفلت مسلمانوں کی تباہی و بربادی کا سبب ہے۔ فضائل اعمال میں فضائل تبلیغ کے عنوان سے شامل رسالے میں مولانا محمد زکریا صاحبؒ لکھتے ہیں:

اس وقت مسلمانوں کی تباہی و بربادی کے ہر طرف گیت گائے جارہے ہیں۔ نئے نئے طریقے ان کی اصلاح کے واسطے تجویز کیے جارہے ہیں مگر کسی روشن خیال (تعلیم جدید کے شیدائی) کی تو کیا کسی تاریک خیال (مولوی صاحب) کی بھی نظر اس طرف نہیں جاتی کہ حقیقی طبیب اور شفیق مربی نے کیا مرض تشخیص فرمایا اور کیا علاج بتلایا ہے اور اس [دعوت و تبلیغ کے] کام پر کس درجہ عمل کیا جارہا ہے۔

دعوت دین کا کام خود مسلمانوں کی اصلاح کے لیے بھی ضروری ہے اور غیر مسلموں کو اسلام کی طرف بلانا بھی اسی پر منحصر ہے:

حکیمانہ دعوت و تبلیغ، امر بالمعروف و نہی عن المنکر اسلام کے جسم کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ اس پر اسلام کی بنیاد، اسلام کی قوت، اسلام کی وسعت اور اسلام کی کامیابی منحصر ہے اور آج سب زمانوں سے بڑھ کر اس کام کی ضرورت ہے اور غیر مسلموں کو مسلمان بنانے سے زیادہ اہم کام مسلمانوں کو مسلمان، نام کے مسلمانوں کو کام مسلمان اور قومی مسلمانوں کو دینی مسلمان بنانا ہے۔

(اسلام کا نظام دعوت و تبلیغ: 20)

دعوت و تبلیغ کے کام کے اثر اور اس کی طاقت کو بیان کرتے ہوئے ابوالاعلی مودودی صاحب نے کہا:

سیدہ عائشہؓ نے بہت صحیح بات کہی کہ مدینے کو قرآن نے فتح کیا ہے۔ یعنی کوئی تلوار نہیں تھی، کوئی جابرانہ طاقت نہیں تھی جس سے مدینے کے لوگ اسلام کے پیرو بنے ہوں بلکہ قرآن مجید جب ان کو پہنچا اور مکّہ معظّمہ میں قرآن کی جو سورتیں نازل ہوئی تھیں وہ ان کے علم میں آئیں تو وہ۔۔۔ سچے دل سے ایمان لے آئے۔ (اسلامی نظام حکومت: 2)

یہ مسلمانوں کی دعوت و تبلیغ ہی کی کاوشیں ہیں جن کی بدولت آج اسلام دنیا کے کونے کونے میں نظر آتا ہے اور آئندہ بھی اس کے استحکام اور شوکت کا ذریعہ دعوت و تبلیغ کا کام ہی بن سکتا ہے۔

آج اسلام کی وہ فتوحات جنہیں شمشیری فتوحات کہا جاسکتا ہے دنیا سے مٹ چکی ہیں۔ اسپین فنا ہو چکا ہے، صقلیہ مٹ گیا، یونان تباہ ہو گیا۔ مگر وسط افریقہ، جاوا، اسماٹرا اور جزائر ملایا، جنہیں اس نے تبلیغ کے ہتھیار سے فتح کیا ہے بدستور موجود ہیں اور اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ اسلام کی زندگی تبلیغ اور صرف تبلیغ پر منحصر ہے۔ (مسلمانوں کا ذوق تبلیغ)

خدمت خلق

بے حسی کی انتہاء

مولانا لقمان احمد

ایک دفعہ کا ذکر ہے، کہ راہ گزرتے ہوئے ایک عجیب سی کیفیت کا نظارہ دیکھنے کو ملا، ایک کُھلا میدان اور ایک خستہ حال خیمہ جس سے بچوں کے رونے کی آواز، درد بھری حسرتیں جو ان آوازوں کے ساتھ وابستہ تھیں سننے کو ملیں، ہم بھی اس تعاقب کے ساتھ خیمے میں جھانکے، تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک بے سہارا، بے کس عورت اور اس کے بے یار و مددگار بچے، عورت بے اختیاری میں آنکھوں سے آنسو بہاتی ہوئی، آواز بھری ہوئی، بمشکل اپنی توانائی کو مجتمع کرتی ہوئی بول اُٹھی۔ "گزشتہ دو روز سے میرے بچے بھوکے ہیں"۔

مجھے اب اپنی اس وقت کی کیفیت پر بے حد ندامت اور شرمندگی محسوس ہو رہی تھی، میں کیسا انسان ہوں کہ اپنے سامنے ایک مجبور زندگی میں مبتلا خاندان کو دیکھ کر بھی ان کی مدد کی توفیق نہیں رکھتا۔ کس قدر معمولی مشکلات کا احساس مجھے روکے رہا کیا یہ انسانیت کی توہین نہیں۔ آخر ایک انسان کی زندگی سے قیمتی بھی کوئی چیز ہو سکتی ہے؟ کاش کہ میں اس وقت اس کی مدد کے لئے کوئی قدم اٹھاتا۔ ہو سکتا ہے وہ میری مدد کی وجہ سے کچھ بوجھ ہلکا ہو جاتا۔ اسی وجہ سے میں نے ضمیر کا بوجھ ہلکا کیا اور ان کی مدد کے لئے دوڑا۔ بات معمولی سے تھی لیکن شکر گزاری اور احساس کے جذبات کے تحت وہ خاتون بار بار شکریہ ادا کر رہی تھی۔

سوچنے پر مجبور ہو کر یہ بات ذہن میں گردش کرتی رہی کہ ہمیں اس کی سزا تو ملے گی۔ قرآن مجید کی آیت مجھے یاد آگئی۔

"وَلَا تَحَاضُّونَ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ"۔ اور یہ لوگ مسکینوں کی خوراک کا انتظام نہیں کرتے تھے۔ یہ کشمکش مجھے روز کاٹتی رہتی ہے، اور ایک آواز آتی ہے کوئی ابو بکر صدیقؓ یا کوئی عمر فاروقؓ آئے گا وہ ان بے کسوں کی مدد کرے گا۔ کیوں کہ ہم سے تو اسلاف کی عادات کب کی فنا ہو چکی ہیں۔ ہمیں ان طریقوں کی کوئی لاج نہیں، خود کی زندگی آرام سے گزر جائے، بس میرا بھلا ہو جائے کسی اور کی پرواہ کیا کرنا۔

موجودہ طرز زندگی کا یہی المیہ ہے کہ آمد و رفت اور رسل، وسائل کے تیز رفتار ذرائع میسر ہونے کے باوجود قحط زدہ اور خشک سالی سے متاثرہ علاقوں میں لوگ مر رہے ہیں اور دوسری طرف ہزاروں ٹن خوراک

کے ذخائر ضائع کر دیئے جاتے ہیں۔ اور ایسے واقعات کا تعلق محض ہزاروں میل کے فاصلے پر واقع لوگوں ہی میں نہیں ہوتے بسا اوقات ایک ہی بستی میں ایک وقت میں اور خوشحال لوگ عظیم الشان دعوتوں میں کھانے پینے کی اشیاء محض چکھ چکھ کر ضائع کرتے ہیں جبکہ دوسری جانب مفلوک الحال لوگ کُوڑے کے ڈھیر میں کھانے پینے کی اشیاء تلاش کرتے نظر آتے ہیں۔ اچھا کھانا اور اچھا پینا اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں سے استفادہ کرنا انسان کا حق ہے۔ لیکن ان نعمتوں کا ضیاع انسانیت کا ایسا جرم ہے جس کی جوابدہی آخرت میں کرنا ہوگی۔ مشکل میں مبتلا دوسرے انسانوں کی مدد، اور ان کے لئے ایثار و قربانی کی روایات گو ابھی بالکل ختم نہیں ہوئیں لیکن ایک جانب تو معاشرے میں ان کا تناسب دن بدن کم ہوتا جارہا ہے، اور دوسری جانب یہ کام اخلاص اور خدمت کے جذبے سے نہیں بلکہ نام و نمود اور شہرت اور مفادات کے حصول کے پیش نظر ہوتا ہے۔ معاشرہ اس قدر بے حسی کا شکار بن چکا ہے کہ پہلے تو غریب مدد کو ترستے ہیں اور اگر اُن کی کچھ قدرے معاشی فکر کی بھی جاتی ہے تو اُس میں غریب کی تکریم نہیں ہوتی اور اگر اصل حقیقت کو دیکھا جائے تو غریب کی مشکلات حل کرنا اور امداد کرنا الگ بات ہے لیکن اصل بات غریب کی تکریم کرنا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے "کہ یہ لوگ غریب کی تکریم نہیں کرتے تھے" یعنی غریب کی مدد اس طرح کی جائے جس سے اس کی عزت نفس مجروح نہ ہو۔ احادیث مبارکہ میں بھی اس نزاکت کو رسول کریم ﷺ نے یوں بیان فرمایا کہ اگر غریب کی مدد کرو تو اس کو صدقہ خیرات اچھے طریقے سے دو تاکہ اس کی عزت مجروح نہ ہو۔ قرآن و سنت کی تعلیم سے یہی درس ملتا ہے کہ غریب ولاچار کی مدد بطریق اولیٰ کی جائے لیکن اس کی عزت نفس کا خیال لازمی رکھیں۔

آج تو دنیا ہی بدل گئی یا لوگوں کی روایات بدل گئیں، معلوم نہیں کس کی پیروی کرتے ہوئے غریب کو لوٹا جارہا ہے۔ اور اگر کسی معمولی مقدار میں غریب رسائی بھی کی جائے تو اس میں بھی نمود اور غریب کی عزت کا سودا ہوا کرتا ہے۔ کوئی صدیقؓ یا فاروقؓ جیسا آئے گا جو بے کسوں کا سہارا بنے گا اور اس کی تکریم بھی کرے گا۔ ہمیں تلاش صدیقؓ و فاروقؓ کی ہے لیکن خود صدیقؓ و فاروقؓ بنتے ہی نہیں۔ معاشرے کی اس غربت کے خاتمے اور سامراج کے سرمایہ دارانہ طریقے کے خلاف خود ہم کیوں اپنے اسلاف کی پیروی نہیں کرتے۔ خود ہی پہلا قدم اٹھائیں اور اپنی گلی، محلے، معاشرے سے شروع ہو کر ایک نیک کام کا سنگ بنیاد ڈالیں۔ جب ہم اللہ تعالیٰ کی مخلوق کا سہارا بنیں گے تو اللہ تعالیٰ ہمارا سہارا بنے گا۔ ان شاء اللہ

صحت

صحت اور اس کی قدر

مولانا محمد یوسف اصلاحی

صحت خدا کی عظیم نعمت بھی ہے اور عظیم امانت بھی۔ صحت کی قدر کیجئے اور اس کی حفاظت میں کبھی لاپرواہی نہ برتیے۔ ایک بار صحت بگڑ جاتی ہے تو پھر بڑی مشکل سے بنتی ہے، جس طرح حقیر دیمک بڑے بڑے کتب خانوں کو چاٹ کر تباہ کر ڈالتی ہے۔ اسی طرح صحت کے معاملے میں معمولی سی غفلت بھی حقیر سی بیماری کا پیش خیمہ بن سکتی ہے جو زندگی کو تباہ کر ڈالتی ہے۔ صحت کے تقاضوں سے غفلت برتنا اور اس کی حفاظت میں کوتاہی کرنا بے حسی بھی ہے اور خدا کی ناشکری بھی۔

- زندگی میں مومن کو جو اعلیٰ کارنامے انجام دینا ہیں اور خلافت کی جس عظیم ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے جسم میں جان ہو، عقل و دماغ میں قوت ہو، ارادوں میں مضبوطی ہو، حوصلوں میں بلندی ہو اور زندگی ولولوں، امنگوں اور اعلیٰ جذبات سے بھرپور ہو۔ صحت مند اور زندہ دل افراد سے ہی زندہ قومیں بنتی ہیں اور ایسی ہی قومیں کارگاہِ حیات میں اعلیٰ قربانیاں پیش کر کے اپنا مقام پیدا کرتی ہیں اور زندگی کی قدر و عظمت سمجھاتی ہیں۔

ہمیشہ خوش و خرم، ہشاش بشاش اور چاق و چوبند رہیے۔ خوش باشی، خوش اخلاقی، مسکراہٹ اور زندہ دلی سے زندگی کو آراستہ، پُرکشش اور صحت مند رکھیے۔ غم و غصہ، رنج و فکر، جلن، بدخواہی، تنگ نظری، مردہ دلی اور دماغی الجھنوں سے دور رہیئے۔ یہ اخلاقی بیماریاں اور ذہنی الجھنیں معدے کو بُری طرح متاثر کرتی ہیں اور معدے کا فساد صحت کا بدترین دشمن ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "سیدھے سادے رہو، میانہ روی اختیار کرو اور ہشاش بشاش رہو۔" [مشکوٰۃ]

حضرت عمرؓ نے ایک بار ایک جوان آدمی کو دیکھا کہ مریل چال چل رہا ہے۔ آپ نے اس کو روکا اور پوچھا: "تمہیں کیا بیماری ہے؟" اس نے کہا کہ کوئی بیماری نہیں ہے۔ آپؓ نے اپنا درہ اٹھایا اور اس کو دھمکاتے ہوئے کہا: "راستہ پر پوری قوت کے ساتھ چلو۔"

نبی ﷺ جب راستے پر چلتے تو نہایت جمے ہوئے قدم رکھتے اور اس طرح قوت کے ساتھ چلتے کہ جیسے کسی نشیب میں اتر رہے ہوں۔

حضرت عبد اللہ بن حارثؓ کہتے ہیں: "میں نے نبی کریم ﷺ سے زیادہ مسکرانے والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔" [ترمذی]

- اپنے جسم پر برداشت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالیے۔ جسمانی قوتوں کو ضائع نہ کیجئے، جسمانی قوتوں کا یہ حق ہے کہ ان کی حفاظت کی جائے اور ان سے ان کی برداشت کے مطابق اعتدال کے ساتھ کام لیا جائے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "اتنا ہی عمل کرو جتنا کر سکنے کی تمہارے اندر طاقت ہو۔ اس لیے کہ خدا نہیں اکتاتا یہاں تک کہ خود تم ہی اکتا جاؤ۔" [بخاری]

- ہمیشہ سخت کوشی، جفاکشی، محنت، مشقت اور بہادری کی زندگی گزاریئے۔ ہر طرح کی سختیاں جھیلنے اور سخت سے سخت حالات کا مقابلہ کرنے کی عادت ڈالیے اور سخت جان بن کر سادہ اور مجاہدانہ زندگی گزارنے کا اہتمام کیجئے۔ آرام طلب، سہل انگار، نزاکت پسند، کاہل، عیش کوش، پست ہمت اور دنیا پرست نہ بنیے۔

نبی کریم ﷺ جب حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجنے لگے تو ہدایت فرمائی کہ: "معاذ! اپنے آپ کو عیش کوشی سے بچائے رکھنا، اس لیے کہ خدا کے بندے عیش کوش نہیں ہوتے۔" [مشکوٰۃ]

نبی ﷺ ہمیشہ سادہ اور مجاہدانہ زندگی گزارتے تھے اور ہمیشہ اپنی مجاہدانہ قوت کو محفوظ رکھنے اور بڑھانے کی کوشش فرماتے تھے۔ آپ ﷺ تیرنے سے بھی دلچسپی رکھتے تھے، اس لیے کہ تیرنے سے جسم کی بہترین ورزش ہوتی ہے۔ ایک بار ایک تالاب میں آپ ﷺ نبی کریم ﷺ کو سواری کے لیے گھوڑا بہت پسند تھا۔ آپ ﷺ اپنے گھوڑے کی خود خدمت کرتے، اپنی آستین سے اس کا منہ پونچھتے اور صاف کرتے۔ اس کی ایال کے بالوں کو اپنی انگلیوں سے بٹتے اور فرماتے بھلائی اس کی پیشانی سے قیامت تک کے لیے وابستہ ہے۔

- خواتین بھی سخت کوشی اور محنت و مشقت کی زندگی گزاریں، گھر کا کام کاج اپنے ہاتھوں سے

کریں۔ چلنے پھرنے اور تکلیف برداشت کرنے کی عادت ڈالیں، آرام طلبی، سستی اور عیش کوشی سے پرہیز کریں۔ اور اولاد کو بھی شروع سے سخت کوش، جفاکش اور سخت جان بنانے کی کوشش کریں۔ گھر میں ملازم ہوں تب بھی اولاد کو بات بات میں ملازم کا سہارا لینے سے منع کریں اور عادت ڈلوائیں کہ بچے اپنا کام خود اپنے ہاتھ سے کریں۔ صحابیہؓ عورتیں اپنے گھروں کا کام اپنے ہاتھ سے کرتی تھیں۔ باورچی خانے کا کام خود کرتیں، چکی پیستیں، پانی بھر کر لاتیں، کپڑے دھوتیں، سینے پرونے کا کام کرتیں اور محنت مشقت کی زندگی گزارتیں اور ضرورت پڑنے پر میدانِ جنگ میں زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے اور پانی پلانے کا نظم بھی سنبھال لیتیں۔ اس سے خواتین کی صحت بھی بنی رہتی ہے، اخلاق بھی صحت مند رہتے ہیں اور بچوں پر بھی اس کے اچھے اثرات پڑتے ہیں۔ اسلام کی نظر میں پسندیدہ بیوی وہی ہے جو گھر کے کام کاج میں مصروف رہتی ہو اور جو شب و روز اس طرح اپنی گھریلو ذمہ داریوں میں لگی ہوئی ہو کہ اس کے چہرے بشرے سے محنت کی تکان بھی نمایاں رہے اور باورچی خانے کی سیاہی اور دھوئیں کا ملگجا پن بھی ظاہر ہو رہا ہو۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

"میں اور ملگجے گالوں والی عورت قیامت کے دن اس طرح ہوں گے۔" (آپ ﷺ نے شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی کو ملاتے ہوئے بتایا)

- سحر خیزی کی عادت ڈالئے، سونے میں اعتدال کا خیال رکھیے، نہ اتنا کم سوئیے کہ جسم کو پوری طرح آرام و سکون نہ ملے سکے اور اعضاء میں تکان اور شکستگی رہے اور نہ اتنا زیادہ سوئیے کہ سستی اور کاہلی پیدا ہو۔ رات کو جلد سونے اور صبح کو جلد اٹھنے کی عادت ڈالیے۔ صبح اٹھ کر خدا کی بندگی بجا لائیے اور چمن یا میدان میں ٹہلنے اور تفریح کرنے کے لیے نکل جائیے، صبح کی تازہ ہوا صحت پر بہت اچھا اثر ڈالتی ہے۔ روزانہ اپنی جسمانی قوت کے لحاظ سے مناسب اور ہلکی پھلکی ورزش کا بھی اہتمام کیجئے۔ نبی کریم ﷺ باغ کی تفریح کو پسند فرماتے تھے اور کبھی کبھی خود بھی باغوں میں تشریف لے جاتے تھے۔ آپ ﷺ نے عشاء کے بعد بلا ضرورت جاگنے اور گفتگو کرنے کی ممانعت فرمائی

- ضبطِ نفس کی عادت ڈالیے۔ اپنے جذبات، خیالات، خواہشات اور شہوات پر قابو رکھیے۔ اپنے دل کو بھٹکنے، خیالات کو منتشر ہونے اور نگاہ کو آوارہ ہونے سے بچائیے، خواہشات کی بے راہ روی اور نظر کی آوارگی سے قلب و دماغ سکون و عافیت سے محروم ہو جاتے ہیں اور ایسے چہرے جوانی کے حسن و جمال، ملاحت و کشش اور مردانہ صفات کی دل کشی سے محروم ہو جاتے ہیں اور پھر وہ زندگی کے ہر میدان میں پست ہمت، پست حوصلہ اور بزدل ثابت ہوتے ہیں۔
- نشہ آور چیزوں سے بچیے۔ نشہ آور چیزیں دماغ کو بھی متاثر کرتی ہیں اور معدے کو بھی۔ شراب تو خیر حرام ہے ہی اس کے علاوہ بھی جو نشہ لانے والی چیزیں ہیں ان سے بھی پرہیز کیجیے۔
- ہر کام میں اعتدال اور سادگی کا لحاظ رکھیے۔ جسمانی محنت میں، دماغی کاوش میں، ازدواجی تعلق میں، کانے پینے میں، سونے اور آرام کرنے میں، فکر مند رہنے اور ہنسنے میں، تفریح میں اور عبادت میں، رفتار اور گفتار میں غرض ہر چیز میں اعتدال اختیار کیجیے اور اس کو خیر و خوبی کا سرچشمہ تصور کیجیے۔
- کھانا ہمیشہ وقت پر کھایئے، پُر خوری سے بچیے۔ ہر وقت منہ چلاتے رہنے سے پرہیز کیجیے۔ کھانا بھوک لگنے ہی پر کھایئے اور جب کچھ بھوک باقی ہو تو اٹھ جایئے۔ بھوک سے زیادہ تو ہرگز نہ کھایئے۔

نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

"مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔" (ترمذی)

صحت کا دارومدار معدے کی صحت مندی پر ہے اور زیادہ کھانے سے معدہ خراب ہو جاتا ہے۔

- ہمیشہ سادہ کھانا کھایئے، بغیر چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کھایئے۔ زیادہ گرم کھانا کھانے سے بھی پرہیز کیجیے۔ مسالوں، چٹخاروں اور ضرورت سے زیادہ لذت طلبی سے پرہیز کیجیے۔ ایسی غذاؤں کا اہتمام کیجیے جو زود ہضم اور سادہ ہوں اور جن سے جسم کو صحت اور توانائی ملے۔ محض لذت طلبی اور زبان کے چٹخاروں کے پیچھے نہ پڑیے۔ نبی ﷺ بغیر چھنے آٹے کی روٹی پسند فرماتے، زیادہ پتلی اور میدے کی چپاتی پسند نہ فرماتے۔ بہت زیادہ گرم کھانا جس میں سے بھاپ نکلتی ہوتی نہ

کھاتے بلکہ ٹھنڈا ہونے کا انتظار فرماتے۔ گرم کھانے کے بارے میں کبھی فرماتے کہ خدا نے ہم کو آگ نہیں کھلائی ہے اور کبھی ارشاد فرماتے گرم کھانے میں برکت نہیں ہوتی۔

- کھانا نہایت اطمینان و سکون کے ساتھ خوب چبا چبا کر کھایئے۔ غم، غصہ، رنج اور گھبراہٹ کی حالت میں کھانے سے پرہیز کیجئے۔ خوشی اور ذہنی سکون کی حالت میں اطمینان کے ساتھ جو کھانا کھایا جاتا ہے وہ جسم کو قوت پہنچاتا ہے اور رنج و فکر اور گھبراہٹ میں جو کھانا نگلا جاتا ہے وہ معدہ پر بُرا اثر ڈالتا ہے اور اس سے جسم کو خاطر خواہ قوت نہیں مل پاتی۔ دستر خوان پر نہ تو بالکل خاموش افسردہ اور غمزدہ ہو کر بیٹھئے اور نہ حد سے بڑھی ہوئی خوش طبعی کا مظاہرہ کیجئے کہ دستر خوان پر قہقہے بلند ہونے لگیں، کھانے کے دوران قہقہے لگانا بعض اوقات جان کے لیے خطرہ کا باعث بن جاتا ہے۔
- دستر خوان پر اعتدال کے ساتھ ہنستے بولتے رہیے، خوشی اور نشاط کے ساتھ کھانا کھایئے اور خدا کی دی ہوئی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کیجئے اور جب بیمار ہوں تو پرہیز بھی پورے اہتمام سے کیجئے۔
- دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد تھوڑی دیر قیلولہ کیجئے اور رات کا کھانا کھانے کے بعد تھوڑی دیر چہل قدمی کیجئے اور کھانا کھانے کے بعد فوراً کوئی سخت قسم کا دماغی یا جسمانی کام ہرگز نہ کیجئے۔ عربی کا مشہور مقولہ ہے: تَغَدِّ تَمَدِّ تَعَشَّ تَمَشِّ "دوپہر کا کھانا کھاؤ تو دراز ہو جاؤ، رات کا کھانا کھاؤ تو چہل قدم کرو۔"
- آنکھوں کی حفاظت کا پورا اہتمام کیجئے۔ تیز روشنی سے آنکھیں نہ لڑایئے، سورج کی طرف نگاہ جما کر نہ دیکھئے۔ زیادہ مدہم یا تیز روشنی میں نہ پڑھیے، ہمیشہ صاف اور معتدل روشنی میں مطالعہ کیجئے۔ زیاد جاگنے سے بھی پرہیز کیجئے، دھول غبار سے آنکھوں کو بچایئے۔ آنکھوں میں سرمہ لگایئے اور ہمیشہ آنکھیں صاف رکھنے کی کوشش کیجئے۔ کھیتوں اور سبزہ زاروں میں سیر و تفریح کیجئے، سبزہ دیکھنے سے نگاہوں پر اچھا اثر پڑتا ہے۔ آنکھوں کو بد نگاہی سے بچایئے، اس سے آنکھیں بے رونق ہو جاتی ہیں اور صحت پر بھی بُرا اثر پڑتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے۔"

- دانتوں کی صفائی اور حفاظت کا اہتمام کیجئے۔ دانتوں کے صاف رکھنے سے فرحت حاصل ہوتی ہے اور ہاضمے پر اچھا اثر پڑتا ہے اور دانت مضبوط بھی رہتے ہیں۔ مسواک کی عادت ڈالیے، منجن وغیرہ کا بھی استعمال رکھیے۔ پان یا تمباکو وغیرہ کی کثرت سے دانتوں کو خراب نہ کیجئے۔ کھانے کے بعد دانتوں کو اچھی طرح صاف کر لیا کیجئے۔

دانت گندے رہنے سے طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ اسی لیے نبی ﷺ کا معمول تھا کہ جب نیند سے بیدار ہوتے تو مسواک سے اپنا منہ صاف فرماتے۔ [متفق علیہ]

ایک بار آپ ﷺ سے ملنے کے لیے کچھ مسلمان آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان کے دانت صاف نہ ہونے کی وجہ سے پیلے ہو رہے تھے۔ آپ ﷺ کی نظر پڑی تو فرمایا: "تمہارے دانت پیلے پیلے کیوں نظر آرہے ہیں، مسواک کیا کرو۔" [مسند احمد]

- بول و براز کی حاجت ہو تو فوراً حاجت پوری کیجئے۔ ان ضرورتوں کو روکنے سے معدے اور دماغ پر نہایت بُرے اثرات پڑتے ہیں۔
- صفائی اور پاکیزگی کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر نبی ﷺ نے طہارت کے تفصیلی احکام دیے ہیں اور ہر معاملے میں طہارت و نظافت کی تاکید کی ہے۔ کھانے پینے کی چیزوں کو ڈھانپ کر رکھیے۔ انہیں گندہ ہونے سے بچائیے اور مکھیوں سے حفاظت کیجئے۔ برتنوں کو صاف ستھرا رکھیے، لباس اور لیٹنے بیٹھنے کے بستروں کو پاک رکھیے، اٹھنے بیٹھنے کی جگہوں کو صاف ستھرا رکھیے۔ جسم کی صفائی کے لیے وضو اور غسل کا اہتمام کیجئے۔ جسم اور لباس اور ضرورت کی ساری چیزوں کی صفائی اور پاکیزگی سے روح کو بھی سرور و نشاط حاصل ہوتا ہے اور جسم کو بھی فرحت اور تازگی ملتی ہے اور بحیثیتِ مجموعی انسانی صحت پر اس کا نہایت ہی خوشگوار اثر پڑتا ہے۔

گوشہ خواتین

بچوں کے لیے پلاننگ

انور غازی

صفائی ستھرائی اور گھر کی تزئین و آرائش سکھانا نہایت ضروری ہے۔ گھر میں موجود افراد کی خدمت کرنا، ان کی دل جوئی کے کام کرنا بھی سکھائیں۔ سب سے اہم بات جو بڑی بچیوں کو سکھائی جائے وہ یہ ہے کہ وہ "پیا گھر" سدھارنے کے بعد اپنے ہمسفر اور شوہر کے ساتھ کیسے زندگی گزاریں؟ شوہر کے ساتھ ڈیلنگ کیسے کرنی ہے؟ کیسے رہنا ہے؟

کتنا افسوسناک منظر ہوتا ہے جب شادی کے چند ماہ بعد نئی نویلی دلہن اپنے ماتھے پر طلاق کا بد نما داغ سجائے واپس آرہی ہوتی ہے۔ اس کے بعد معاشرے میں اس کا جینا مشکل ہو جاتا ہے۔

کچھ عرصہ پہلے تک مائیں بظاہر ان پڑھ، مگر اعلیٰ اخلاق، اقدار اور اسلامی تہذیب و تمدن اور معاشرتی اصولوں پر مکمل عمل پیرا ہوتی تھیں۔ اپنی اولاد خصوصاً بچیوں کی ایسی تربیت کرتی تھی کہ وہ سسرال جا کر خدمت اور سلیقہ مندی کی وجہ سے پورے گھرانے کی آنکھ کا تارا بن جایا کرتی تھیں۔ مائیں اپنی بچیوں کو رخصتی کے وقت تاکید کرتی تھیں کہ بیٹی! کچھ بھی ہو جائے اپنا گھر بسانا ہے، واپس نہیں آنا جبکہ آج کل چھوٹی چھوٹی باتوں پر بیٹیاں روٹھ کر ماؤں کے گھر آجاتی ہیں۔

مائیں بھی ایسی ہوتی ہیں کہ وہ نہ صرف اس ناپسندیدہ عمل کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں بلکہ لڑائی اس حد تک بڑھا دیتی ہیں کہ نوبت طلاق تک آجاتی ہیں۔ گویا لڑکیوں کے گھر اجاڑنے میں ماڈرن، پڑھی لکھی، مگر در حقیقت جاہل ماؤں کا سب سے اہم کردار ہے۔ میں بذاتِ خود ایسی کئی عورتوں کو جانتا ہوں جن کا گھر ان کی ماؤں کی انانیت اور تکبر و غرور کی وجہ سے تباہ ہوا۔ خدارا! اس سے بچنے کی کوشش کریں۔

اب ہم بچوں کی تربیت کے متعلق چند ایسی باتیں ذکر کرتے ہیں جن کے اپنانے سے خواتین و حضرات اپنے بچوں کے مستقبل کو اچھا بنا سکتے ہیں۔ ان کی اولاد نافرمانیوں سے بچ سکتی ہے۔ یاد رکھیں! بچے کے ساتھ مضبوط رابطہ رکھنا انتہائی ضروری ہے۔

تربیت کے ماہرین نے تربیت کے متفقہ اصولوں میں سے بچے اور والدین کے درمیان رابطہ و تعلق کا مضبوط ہونا بھی بتایا ہے تاکہ تربیتی اثرات اچھے پڑیں اور خوب عمدگی سے علمی، نفسیاتی اور اخلاقی

تربیت ہوسکے۔ اگر والدین، بچے یا طالب علم اور استاد کے درمیان دوری یا نفرت ہوگی تو ایسی صورت میں نہ بچہ کچھ حاصل کرسکے گا اور نہ اس کی تربیت ہوسکے گی۔

اس لیے والدین پر لازم ہے کہ وہ ایسا رویہ اپنائیں جس سے بچے کے ساتھ ان کا تعلق مضبوط ہو، آپس میں تعاون کی فضا قائم ہو اور بچے ان کی شفقت و محبت محسوس کریں۔ ان رویوں میں سے ایک یہ ہے کہ بچے سے مسکراہٹ کے ساتھ ملا جائے۔ بچہ اگر اچھا کام کرے یا پڑھائی میں اچھی کارکردگی دکھائے تو انعام دے کر اس کی ہمت افزائی کرنی چاہیے۔

بچے کو یہ احساس دلایا جائے کہ اس کا خصوصی خیال رکھا جارہا ہے۔ اس سے محبت و شفقت برتی جارہی ہے۔ بچے کے ساتھ حسن اخلاق اور نرمی سے پیش آنا چاہیے۔ بچے کی جائز اور چھوٹی موٹی خواہش پوری کی جائے تاکہ وہ احساس محرومی یا احساس کمتری کا شکار نہ ہو۔ کبھی کبھی بچے کے ساتھ خوب گھل مل جائیں، اس سے ہنسی مذاق کریں اور اس کے ساتھ بچہ بن جائیں۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا بچہ آپ کی بات مانے اور آپ کی نصیحت اور باتوں کو کان لگا کر سنے تو آپ کو چاہیے کہ آپ اسلام کی ان ہدایات پر عمل کریں جو اس نے بچے کو خود سے مانوس کرنے کے لیے دی ہیں۔ آپ ﷺ کی اتباع کریں۔ جو طریقہ آپ نے اپنے صحابہ کرامؓ کے ساتھ اختیار کیا تھا آپ بھی اسے اپنانے کی بھرپور کوشش کریں۔

اگر آپ نے ایسا کرلیا تو آپ نے تربیت کا صحیح اور بہترین طریقہ اختیار کرلیا۔ پھر آپ اپنے بچے کے دل کے مالک ہوجائیں گے۔ آپ کی محبت اس کے دل میں سرایت کرجائے گی۔ وہ آپ کا گرویدہ ہوجائے گا۔ آپ کی ہر نصیحت کو قبول کرے گا اور آپ کی کوشش نتیجہ خیز ثابت ہوں گی۔

دنیا کے اکثر مذاہب نے والدین کو اپنی اولاد پر غیر محدود اختیارات دیے تھے جبکہ اولاد کے حقوق سے خاموش تھے، مگر آپ ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے تو اولاد کے حقوق و فرائض مقرر فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے، ہمارے بڑوں کا ادب نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔“ اسلام نے جہاں بچوں کو جینے کا حق دیا ہے، وہیں ان کی حفاظت کی ذمہ داری بھی ان کے والدین پر عائد کی ہے کیونکہ اولاد کو عالم وجود میں لانے کا واسطہ ان کے والدین ہیں۔

اسلام سے قبل عرب اور دیگر ممالک میں اولاد کی قتل کا رواج تھا۔ عموماً تین وجوہ کی بنیاد پر وہ اولاد کو قتل کرتے تھے۔ (1) اپنے وقت کے دیوتاؤں کی خوشنودی کی خاطر یا منتیں مان کر اپنی اولاد کو اپنے

ہاتھوں سے قتل کرتے تھے۔ (2) معیشت کا بحران تھا۔ اپنی اولاد کو اس ڈر سے قتل کرتے تھے کہ ان کے لیے گزر اوقات کا بند و بست کرنا پڑے گا۔ (3) ننگ و عار کے باعث وہ اپنی لڑکیوں کو زندہ دفن کرتے تھے۔ اسلام نے اپنی اولاد کے قتل کو معاشرے کی تباہی و بربادی کا سبب قرار دیا۔

قرآن کریم کی سورۃ النحل کی آیت نمبر 58 ہے:

''وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ''

جب ان میں سے کسی کو بچی کی ولادت کی بشارت دی جاتی تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا تھا اور وہ غصہ ہوتا ہے۔''

قرآن کی سورت بنی اسرائیل کی آیت نمبر 31 ہے:

''وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا۔''''

اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم تمہیں رزق دیں گے اور انہیں بھی، یقیناً ان کو قتل کرنا بڑی خطا ہے۔''

اسی طرح کا مضمون قرآن کی سورۃ الانعام کی آیت نمبر 151 میں بھی موجود ہے۔

بخاری شریف کی روایت ہے: ایک صحابی نے دریافت کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ ! سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟'' فرمایا:

''شرک'' پھر دریافت کیا: ''اس کے بعد؟'' فرمایا: ''ماں باپ کی نافرمانی۔'' پھر عرض کیا: ''اس کے بعد؟'' فرمایا: ''یہ کہ تم اپنی اولاد کو اس ڈر سے مار ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گی۔''

اولاد اللہ کا انعام ہے۔ دنیا میں اولاد سے زیادہ میٹھا پھل نہیں ہے، اس لیے اولاد کی پیدائش پر خوشی کا اظہار کرنا چاہیے اور منہ میٹھا کرنا چاہیے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نومولود بچے لائے جاتے تھے۔ اس کے لیے خیر و بھلائی کی دعا بھی فرماتے تھے۔'' ساتویں دن بچے کا نام تجویز کیا جائے اور اس کے بال اتروا کر اس کی طرف سے اس کا عقیقہ کیا جائے۔

پیدائش کے بعد دائیں کان میں اذان، بائیں کان میں اقامت کہنی چاہیے تاکہ شیطان جو گھات لگائے بیٹھا ہے فوراً بھاگ نکلے اور اس بچے کے اندر اچھی صفات پیدا ہوتی ہیں۔ اچھا نام رکھنا چاہیے جس

میں ترقی و کامیابی کے معنی پایا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ناموں میں اچھا نام عبد اللہ اور عبد الرحمٰن ہے۔"

بچوں کی اچھی تعلیم و تربیت کرنی چاہیے۔ اس لیے سات سال کی عمر میں انہیں نماز کا حکم کرنے اور دس سال عمر میں نماز چھوڑنے پر مارنے کا حکم دیا ہے۔ بچوں سے پیار کرنا چاہیے۔ آپ ﷺ کی گود میں حضرت حسنؓ بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت اقرع بن حابس تشریف لائے اور عرض کیا: "یارسول اللہ میرے دس بچے ہیں، مگر میں نے ان میں سے کبھی کسی کو پیار نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے ان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا اور فرمایا:

"اگر اللہ نے تیرے دل سے رحم اور شفقت نکال لیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔"

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کی "آپ بیتی" سے ایک واقع سنیں۔ وہ فرماتے ہیں:

"زمانہ طالب علمی کا دور تھا۔ مجھ پر بزرگی کا جوش سوار ہوا۔ میں نے مغرب کے بعد حضرت گنگوہیؒ کے حجرے کے سامنے لمبی نفلیں پڑھنا شروع کریں، مگر بزرگی کا یہ نشہ اس وقت ختم ہو گیا جب ابا جان نے آکر زوردار تھپڑ مارا اور فرمایا: "سبق یاد کیا نہیں جاتا اور آئے بزرگ بننے!"

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ اپنے بچپن کی یاد تازہ کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں:

میرے چچا جان اس زمانے میں مغرب کے بعد سے عشاء کی اذان کے قریب نفلوں سے فارغ ہوا کرتے تھے، لیکن والد صاحب مختصر نوافل کے بعد تعلیم کا سلسلہ شروع کر دیتے۔ اس وقت مجھے غصہ بہت آیا کہ خود تو پڑھتے نہیں دوسروں کو بھی نہیں پڑھنے دیتے، مگر میں جلدی ہی سمجھ گیا کہ بات صحیح تھی، وہ نفلیں بھی علم سے روکنے کے واسطے شیطانی حربہ تھا۔ اس لیے جب نوافل پڑھنے کا دور آیا، اب نفس بہانے ڈھونڈتا ہے۔"

اگر آج بھی والدین حضرت مولانا یحییٰ کاندھلویؒ جیسی فکر مندی اور بالغ نظری سے تربیت اولاد کی فکر کریں تو کوئی وجہ نہیں آج بھی بیٹے حضرت شیخ الحدیثؒ کی زندہ تصویر بن کر چلتے ہوئے نظر آئیں۔ سچ ہے کہ آج مسلمانوں نے اولاد کی تربیت چھوڑ دی تو معاشرہ برائیوں کا گڑھ بن چکا ہے۔

ہمیں چاہیے کہ اولاد کی تربیت کو پہلا مقصد بنائیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ بچوں کے لیے چوبیس گھنٹوں کا شیڈول مقرر کر کے بچے کو اس کے مطابق چلائیں تاکہ وہ اس کا عادی بن جائے، اس پر عمل کرتا رہے اور مستقبل میں اس کو اپنے لیے ایک مانوس چیز سمجھے۔

اخبار واحوال

جامعہ وملحقہ شعبہ جات کے معمولات وسرگرمیاں

ذیشان عابد

جامعہ تبلیغ القرآن

فاضلہ دینیات یوم سرپرستان وتقسیم اسناد:

- 8 جنوری بروز اتوار جامعہ تبلیغ القرآن للبنات کی ترجمہ کلاسز اور فاضلہ دینیات کورس طالبات کے لئے سالانہ یوم سرپرستان منعقد ہوا۔ جس میں طالبات کو نمایاں کارکردگی کی بنا پر اسناد تقسیم کی گئیں، اس موقع پر طالبات کی والدات کو بھی مدعو کیا گیا۔

ماہانہ درس قرآن:

- 22 جنوری اور پھر 5 فروری 2017ء بروز اتوار ماہانہ درسِ قرآن کے سلسلے میں رئیس جامعہ جناب مفتی محمد ایاز صاحب نے شامی روڈ پر واقع ڈاکٹر ممتاز علی صاحب کے رہائش گاہ پر ماہانہ درسِ قرآن دیا۔

30 روزہ عربی لینگویج کورس:

- 4 فروری بروز ہفتہ جامعہ کے زیرِ انتظام 30 روزہ عربی لینگویج کورس کا آغاز ہوا۔ عربی لینگویج کورس میں جامعہ کے طلباء اور معلمین کے ساتھ ساتھ کثیر تعداد میں کالج ویونیورسٹی کے طلباء اور اساتذہ کرام نے شرکت کی۔ شرکاء نے جامعہ کی ان کوششوں کو سراہا اور آئندہ بھی اس قسم کے پروگرامات اور کورسز کے انعقاد کی حوصلہ افزائی کی۔

پاکستان کی سالمیت اور امن عامہ کے لئے ختم القرآن:

- 26 فروری بروز اتوار ملک میں حالیہ دہشتگردی کی لہر اور امن وامان کی صورتحال کے پیشِ نظر جامعہ انتظامیہ نے پاکستان کی سالمیت اور امن عامہ کے لئے ختم قرآن اور دعا کا خصوصی اہتمام کیا۔

سالانہ لائحہ عمل اجلاس:

- 8 جنوری بروز اتوار جامعہ تبلیغ القرآن، ملحقہ ادارہ جات اور ان کے ذیلی شعبہ جات سمیت مقننہ ومنتظمہ اراکین کا سالانہ لائحہ عمل کی تفویض کار کے لئے اجلاس کا انعقاد کیا گیا۔ تمام عہدیداران کو اپنے متعلقہ اداروں اور شعبوں کا

لائحہ عمل دیا گیا۔ اجلاس میں شریک منتظمہ اراکین سے رئیس جامعہ اور نائب رئیس نے انتظامی امور کے حوالے سے خصوصی گفتگو کی۔

مجلس مقننہ ماہانہ اجلاس:

- 27 جنوری بروز جمعہ دفتر رئیس جامعہ میں مجلس مقننہ کی میٹنگ ہوئی۔ مجلس مقننہ کی میٹنگ دو سیشن پر مشتمل تھی ۔میٹنگ میں انتظامی امور سمیت ادارہ جات اور شعبہ جات کے حوالے سے مختلف امور زیر بحث آئے۔

جامعہ تبلیغ القرآن للبنات

معلمات جامعہ شوریٰ اور تربیتی نشست:

- 20 جنوری 2017ء بروز جمعہ جامعہ بنات انتظامیہ کی جامعہ معلمات کے ساتھ شوریٰ اور تربیتی نشست ہوئی جس میں انہیں طریقہ تدریس کے حوالے سے مختلف تربیتی انداز بتائے گئے اور ساتھ ساتھ ان سے اسباق کے حوالے سے بھی گفتگو ہوئی۔
- 12 فروری 2017ء بروز ہفتہ جامعہ بنات انتظامیہ کی مرکزی معلمات کے ساتھ شوریٰ ہوئی جس میں انہیں جامعہ کی انتظامی ضوابط کا خیال رکھنے کا کہا گیا اور جامعہ میں زیر تعلیم طالبات کی تربیت کے حوالے سے راہنما اصول بتائے گئے۔
- 6 فروری 2017ء بروز پیر خواتین انتظامیہ کی طرف سے وضع کیا گیا جامعہ تبلیغ القرآن للبنات کا سالانہ معمولات اور پروگرامات شیڈول مرکزی دفتر مجلس عاملہ کو بھیجا گیا۔

15 روزہ خواتین اصلاحی بیان:

- 9 فروری 2017ء بروز جمعرات خواتین کی اخلاقی، دینی اور گھریلو اصلاح پر مشتمل بیانات کے سلسلہ میں ”نماز کی اہمیت“ کے موضوع پر جناب قاری احتشام الحق صاحب نے بیان کیا جس میں جامعہ اور اہل علاقہ کی خواتین نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

پروگرام بسلسلہ ختم قرآن اور جامعہ بنات امتحان:

- الحمدللہ 4 فروری 2017ء بروز ہفتہ جامعہ بنات کی دو ترجمہ گروپ طالبات کلاسز نے ترجمہ و تفسیر کے ساتھ قرآن پاک مکمل کیا اور ان سے امتحان بھی لیا گیا جبکہ اس موقع پر قرآن کی آخری سورتیں جامعہ بنات کی ناظمہ اعلیٰ نے پڑھ کر اختتامی دعا کروائی۔

- 16 فروری بروز جمعرات ختم قرآن کے سلسلے میں اختتامی پروگرام کا انعقاد کیا گیا۔ ترجمہ و تفسیر کے ساتھ قرآن کریم مکمل کرنے والی طالبات کو اسناد اور انعامات دیے گئے۔ اس موقع پر نائب رئیس ڈاکٹر حشمت علی صافی نے بیان کیا اور دعا کروائی۔

مختلف سرگرمیاں

اختتامی، افتتاحی و دیگر تقریبات میں شرکت:

- 1 جنوری 2017ء بروز اتوار جامعہ فاروقیہ لنڈی سڑک میں چار ماہی امتحان کے نتائج کے موقع پر منعقد پروگرام کے سلسلے میں رئیس جامعہ مفتی محمد ایاز صاحب اور بھائی وزیر نے شرکت کی۔
- الصفاء جوس شاپ کی افتتاح کے موقع پر رئیس جامعہ اور نائب رئیس جامعہ مرکزی تنظیم کے ناظم اعلیٰ جناب انجنیئر شمس الحق کی دعوت پر افتتاحی دعا کے لئے تشریف لے گئے۔
- 27 جنوری بروز جمعہ محترم بھائی قاری ندیم کی دعوت پر ادارہ تعلیم القرآن فقیر آباد میں دو سالہ "تفہیم القرآن کورس" کے افتتاحی تقریب کے موقع پر رئیس جامعہ نے خصوصی بیان کیا جبکہ اس موقع پر بھائی ذیشان عابد، بھائی قاری احتشام الحق صاحب بھی ہمراہ تھے۔
- 29 جنوری بروز اتوار نوے کلے یونٹ کے مرکزی درسِ قرآن میں سورۃ بقرہ کے اختتام کے موقع پر ایک پروقار تقریب کا انعقاد ہوا۔ اختتامی تقریب میں ناظم یونٹ محمد طیب بھائی اور محمد شاہ بھائی کی دعوت پر رئیس جامعہ مفتی محمد ایاز صاحب شرکاء سے خصوصی بیان کیا اور دعا کروائی۔
- 1 فروری 2017ء بروز بدھ رئیس جامعہ مفتی محمد ایاز صاحب نے جناب مولانا انعام اللہ صاحب کی خصوصی دعوت پر مدرسہ تعلیم القرآن محمد زئی دلہ زاک روڈ میں منعقدہ تقریب میں شرکت کی۔
- 26 فروری بروز اتوار رئیس جامعہ نے جناب حاجی شیر محمد صاحب کے گھر درس قرآن میں سورۃ النساء کے اختتام پر منعقد تقریب سے خصوصی اصلاحی بیان کیا۔ درسِ قرآن کے فرائض جناب مولانا عابد علی صاحب سرانجام دیتے ہیں۔

نائب رئیس جامعہ کا Ph.D ڈگری کی تکمیل:

- 2 جنوری 2017ء بروز پیر جامعہ کے نائب رئیس جناب ڈاکٹر حشمت علی صافی صاحب کی پی۔ ایچ۔ ڈی کی تکمیل کے موقع پر پشاور یونیورسٹی شیخ زید اسلامک سنٹر میں پبلک ڈیفنس منعقد ہوا۔ اس موقع پر رئیس جامعہ مفتی محمد ایاز صاحب، مولانا لقمان احمد، بھائی قاری ایاز، بھائی عادل شاہ، بھائی سلمان صافی اور بھائی وزیر بھی موجود تھے۔

جامعہ میں مہمانوں کی آمد:

- 8 جنوری بروز اتوار محترم جناب شمس الہادی صاحب جامعہ تشریف لائے اور رئیس جامعہ کے ساتھ ملاقات کی۔
- 26 جنوری بروز جمعرات رئیس جامعہ سے ملاقات کے لئے جناب مفتی عامر صاحب (ابن شیخ کابلگرامؒ) تشریف لائے۔ اس موقع پر رئیس جامعہ کے ساتھ حضرت شیخؒ کے کتب کی اشاعت کے بارے میں ان کی تفصیلی نشست ہوئی۔
- 26 جنوری بروز جمعرات بعد از مغرب محترم نعیم بھائی اور ان کے ساتھی رئیس جامعہ اور نائب رئیس سے ملاقات کے لئے جامعہ تشریف لائے۔
- 28 جنوری بروز ہفتہ بعد از عصر جناب مولانا انعام محمد زئی اور شرینگل دیر کے علماء ساتھی جامعہ ہٰذا تشریف لائے تھے۔
- 31 جنوری بروز منگل بعد از ظہر مولانا ابن یامین کتوزئی اور مفتی رحمت اللہ امین کے بھائی مولانا ولی اللہ جامعہ تشریف لائے اور رئیس جامعہ کے ساتھ تفصیلی ملاقات کی۔
- 3 فروری بروز جمعہ جناب مولانا شمس الرحمن صاحب اور ان کے ساتھی علماء و طلباء دوآبہ سے رئیس جامعہ مفتی محمد ایاز صاحب سے ملاقات کرنے کے لئے تشریف لائے۔ اس موقع پر رئیس جامعہ کی علماء و طلباء کے ساتھ تفصیلی نشست ہوئی۔
- 6 فروری بروز پیر بعد از ظہر جناب ڈاکٹر سراج الاسلام حنیف صاحب اور جامعہ پشاور کے لیکچرار جناب محمد نواز صافی صاحب جامعہ تشریف لائے۔ رئیس جامعہ اور نائب رئیس ڈاکٹر حشمت علی صافی صاحب کے ساتھ مشائخ کی بعض کتب پر تحقیقی کام اور جامعہ میں تخصصات کے انعقاد پر تفصیلی نشست ہوئی۔
- 7 فروری بروز منگل سعودی عرب جدہ کے شیخ عمر باجبیر صاحب، حاجی بسم اللہ جان صاحب اور ملک طارق صاحب جامعہ کیمپس کا وزٹ کرنے کے لئے جامعہ ہٰذا تشریف لائے۔ وزٹ کے دوران مہمانان کی رئیس جامعہ و نائب رئیس کے ساتھ مختصر نشست ہوئی جس میں جامعہ سے متعلق مختلف انتظامی امور زیر بحث آئے۔
- 8 فروری بروز بدھ محترم قاری عبدالرحیم کوہستان ڈوک درہ سے رئیس جامعہ کے ساتھ ملاقات کے لئے جامعہ تشریف لائے۔
- 19 فروری بروز اتوار جماعت اشاعت التوحید والسنہ کے مرکزی امیر محترم جناب شیخ محمد طیب صاحب جامعہ تشریف لائے اور جامعہ کے زیرِ انتظام نئے شعبہ جات اور اداروں کا وزٹ کیا۔

- 21 فروری بروز منگل فاضل جامعۃ الرشید کراچی جناب مفتی _____ صاحب رئیس جامعہ سے ملاقات کے لئے جامعہ تشریف لائے۔ ملاقات کے دوران دیگر امور کے علاوہ جامعہ کی سطح پر اسلامک فنانس اور بینکاری کے حوالے سے ادارے کا قیام اور جامعہ کے زیر اہتمام تعارفی کلاسز و سیمینارز کے انعقاد پر مشاورت ہوئی۔
- 26 فروری بروز اتوار جناب مولانا حاجی خلیل الرحمن صاحب (گلبہار) جامعہ تشریف لائے اور رئیس جامعہ کے ساتھ تفصیلی ملاقات کی۔

سفرِ عمرہ:

- 9 جنوری بروز پیر بعد از ظہر رئیس جامعہ مفتی محمد ایاز صاحب، نائب رئیس جامعہ ڈاکٹر حشمت علی صافی عمرہ کے لئے حرمین شریفین کے سفر پر گئے جبکہ واپسی 19 جنوری کو بعد از عشاء ہوئی۔

تعلیم القرآن میاں گجر دستار بندی تقریب:

- 8 جنوری بروز اتوار مدرسہ تعلیم القرآن قاری عابد صاحب میاں گجر میں تقریب دستار بندی کا انعقاد ہوا۔ اس تقریب سے رئیس جامعہ مفتی محمد ایاز صاحب اور جناب مولانا شمس الہادی صاحب نے خصوصی بیان کیا۔

نکاح اور دعوت ولیمہ میں شرکت:

- 22 جنوری بروز اتوار رئیس جامعہ مفتی محمد ایاز صاحب، مولانا لقمان احمد اور جناب عادل شاہ صاحب نے جناب مولانا تحمید جان صاحب کی شادی کے پروگرام میں شرکت کے لئے اتمانزئی چارسدہ گئے جبکہ اس موقع پر تقریب میں ممتاز عالم دین علامہ زاہد الراشدی صاحب اور جامعہ پشاور کے سابقہ وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر قبلہ ایاز صاحب بھی موجود تھے۔
- 17 فروری بروز جمعہ رئیس جامعہ مفتی محمد ایاز صاحب ایڈیشنل اسسٹنٹ کمشنر احمد کمال صاحب کی دعوت پر نکاح کے سلسلے میں ان کی رہائش گاہ پر منعقد تقریب میں شرکت کے لئے گئے۔
- 19 فروری بروز اتوار بعد از مغرب جناب سید امجد علی شاہ صاحب (سعودی عرب جدہ) کے نکاح کے موقع پر منعقد تقریب میں رئیس جامعہ مفتی محمد ایاز صاحب، نائب رئیس ڈاکٹر حشمت علی صافی صاحب اور سفیر جامعہ حاجی پرویز صاحب نے شرکت کی۔

تعزیت اور جنازہ میں شرکت:

- 9 فروری بروز جمعرات انجمن تاجران پشاور کے صدر جناب حاجی حلیم جان مرحوم کی فوتگی کے موقع پر انجمن تاجران پشاور کی جانب سے حلیم ٹاور میں تعزیتی پروگرام کا انعقاد کیا جس میں رئیس جامعہ کو بھی مدعو کیا گیا۔ اس موقع پر رئیس جامعہ نے پروگرام کی مناسبت سے خصوصی خطاب کیا اور معاشرے میں ایک مسلمان تاجر کے اوصاف، کردار اور ذمہ داریوں پر تفصیلی روشنی ڈالی۔
- 19 فروری بروز اتوار سپلائی پل یونٹ کے رکن جناب روئیداد کے والد کی نماز جنازہ میں رئیس جامعہ، نائب رئیس جامعہ اور سفیر جامعہ حاجی پرویز صاحب سمیت دیگر اہم ساتھیوں نے شرکت کی اور تعزیتی دعا کروائی۔
- 19 فروری بروز اتوار بعد از عشاء رئیس جامعہ نے زوجہ مولانا عبد الرحمن اور والدہ جناب خلیل الرحمن وجناب ذاکر اللہ کی نماز جنازہ میں شرکت کی اور تعزیتی دعا کروائی۔

ضلعی اجتماع میں شرکت:

- 19 فروری بروز اتوار جماعت کی جانب سے منعقد یک روزہ ضلعی تربیتی اجتماع کے موقع پر رئیس جامعہ جناب مفتی محمد ایاز صاحب نے شرکاء سے خصوصی بیان کیا۔ جامعہ کی طرف سے درسِ نظامی کے طلباء اور اساتذہ کرام بھی پروگرام میں شریک ہوئے۔

جامعہ نیو کیمپس نقشہ بارے میٹنگ:

- 19 فروری بروز اتوار جناب انجنیئر گلفام شہزاد اور معاون انجنیئرز نے جامعہ جدید کیمپس نقشہ کے حوالے سے رئیس جامعہ مفتی محمد ایاز صاحب کے ساتھ میٹنگ کی اور مختلف امور پر تفصیلی گفتگو ہوئی۔

تنظیمی سرگرمیاں

شب مذاکرہ:

- 11 فروری 2017ء بروز ہفتہ مرکزی تنظیم کی طرف سے اداروں اور ذیلی شعبہ جات کے اہم اراکین و عہدیداران پر مشتمل مجلس منتظمہ کی اخلاقی، فکری اور دینی اصلاح کے لئے شب مذاکرہ کی نشست کا اہتمام کیا ، جس میں تمام ذمہ داران نے شرکت کی اور شب مذاکرہ کے معمولات میں بھرپور حصہ لیا۔

دوماہی ناظمین اجلاس:

- 15 فروری بروز بدھ مرکزی تنظیم کی جانب سے تمام یونٹس کے ناظمین کا "دوماہی ناظمین اجلاس" منعقد ہوا۔

جس میں مرکزی تنظیم کی جانب سے تمام یونٹس سے گزشتہ سال کی کارکردگی رپورٹ طلب کی جبکہ سال 2017ء کے لئے ہر یونٹ کو اپنا متعلقہ لائحہ عمل دیا گیا۔

درسِ نظامی

مجلس شب مذاکرہ:

- 3 جنوری اور 28 فروری 2017ء بروز منگل درس نظامی کے طلبہ کے لیے روحانی اعمال پر مشتمل شب مذاکرہ کا انعقاد کیا گیا، جس میں رئیس جامعہ حضرت مفتی محمد ایاز صاحب کی طلباء کے ساتھ خصوصی فکری و اصلاحی تربیتی نشست بھی منعقد ہوئی۔

درسِ نظامی اساتذہ میٹنگ:

- 4 جنوری بروز بدھ رئیس جامعہ نے درسِ نظامی اساتذہ کرام کے ساتھ تفصیلی میٹنگ کی جس میں انتظامی امور سمیت طلباء و طالبات کے اسباق اور دیگر امور پر مشاورت ہوئی۔

درسِ نظامی ماہانہ جائزہ:

- یکم فروری 2017ء بروز بدھ معمول کے مطابق درسِ نظامی کے طلباء و طالبات کے تعلیمی معمولات کو جانچنے کے لئے تیسرا ماہانہ جائزہ منعقد ہوا۔ اس کے علاوہ پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء و طالبات کی حوصلہ افزائی کے لئے انعامات بھی تقسیم کیے گئے۔

انجمن طلباء کا تفریحی، سیاحتی و مطالعاتی دورہ:

- 2 فروری 2017ء بروز جمعرات انجمن طلباء تبلیغ القرآن کی طرف سے درسِ نظامی کے طلباء کے لیے ایک تفریحی، سیاحتی اور مطالعاتی دورے کا اہتمام کیا گیا جس میں طلباء کے ساتھ ساتھ اساتذہ بھی شریک تھے اور مختلف مقامات جیسے سجی کوٹ اور حویلیاں اور خان پور ڈیم ہری پور کا دورہ کیا۔

درسِ نظامی اساتذہ میٹنگ:

- 18 فروری بروز ہفتہ رئیس جامعہ مفتی محمد ایاز صاحب نے درسِ نظامی اساتذہ کے ساتھ میٹنگ کی جس میں درسِ نظامی کے سالانہ اختتامی پروگرام، طلبہ پر امتحان کی تیاری، سالانہ وفاق امتحانات سمیت دیگر انتظامی امور کے

حوالے سے مشاورت ہوئی اور تاریخ کا شیڈول جاری کیا۔

بزم ادب پروگرام:

- طلبہ وطالبات کے لیے حسب معمول انفرادی بزم ادب کا انعقاد کیا گیا جس میں طلبہ وطالبات نے بھرپور حصہ لے کر اپنے صلاحیتوں کا بہترین مظاہرہ کیا۔

ختم القرآن:

- 26 فروری بروز اتوار پاکستان میں حالیہ بدامنی کے پیش نظر ملک کی سلامتی اور حفاظت کے لئے جامعہ کے طلباء و طالبات نے اجتماعی ختم القرآن اور خصوصی دعا کا اہتمام کیا۔

تبلیغ القرآن تعلیمی سوسائٹی

جامعہ شعبہ اطفال کلاسز کا معائنہ:

- جنوری کے مہینے میں سوسائٹی کے نگران اعلیٰ جناب مولانا لقمان احمد نے جامعہ کے ذیلی شعبہ اطفال کی تمام کلاسز کا انتظامی و تعلیمی معائنہ کیا۔ اس کے ساتھ اساتذہ اور پراکٹرز کی کارکردگی کا جائزہ بھی لیا گیا۔ تعلیمی و انتظامی امور کی مزید بہتری کے لیے متعلقہ ذمہ داران کو ہدایات دی گئی۔

خصوصی تربیتی نشست:

- سوسائٹی کی طرف سے شعبہ اطفال کے پراکٹرز اور بڑے لڑکوں کی اصلاح و تربیت کے لئے خصوصی تربیتی نشست کا قیام ہوا، جس میں سوسائٹی کے نگران اعلیٰ مولانا لقمان احمد صاحب نے طلبہ کی اصلاحی، اخلاقی اور دینی تربیتی پر خصوصی زور دیا۔

بزم ادب پروگرام:

- 27 فروری بروز پیر کو تبلیغ القرآن تعلیمی سوسائٹی کے طرف سے بنین و بنات مکاتب کے لیے الگ الگ بزم کا انعقاد کیا گیا جس میں مدارس کے طلبہ وطالبات نے بھرپور حصہ لیا اور پوزیشن ہولڈر طلبہ وطالبات کو انعامات سے نوازا گیا۔

خادم ویلفئیر سوسائٹی (KWS)

- 14 تا 28 جنوری 2017ء کو ایڈمن ٹیم کی ایک اہم میٹنگز ہوئی جس میں شرکاء کی باہم مشاورت سے

21رکنی ایڈمن کمیٹی کی منظوری دی گئی۔ میٹنگ کے دوران 21رکنی کمیٹی کے لیے عہدہ جات اور ذمہ داریاں تفویض کی گئیں۔

خادم یتیم سپانسرشپ پروگرام:

- خادم ایجوکیشن کی زیر نگرانی "یتیم سپانسرشپ پروگرام" کے تحت یتیم طلباء و طالبات کا ریکارڈ جمع کرنے کا ٹاسک ٹیم لیڈر ایجوکیشن ذیشان عابد اور ان کی ٹیم کے سپرد کیا گیا۔ اس تعلیمی سپورٹ پروگرام کے تحت نرسری تا چہارم کلاس کے یتیم طلباء و طالبات کا ڈیٹا جمع کیا جائے گا بعد ازاں منتخب طلباء و طالبات کو العلم اکیڈیمیا جونیئر سکول میں اس پروگرام کے تحت داخل کیا جائے گا۔

خادم ورکرز کنونشن 2017ء:

- 26 فروری بروز اتوار خادم ویلفیئر سوسائٹی کے تمام عہدیداران، ٹیم لیڈرز، ٹیم ممبرز اور رضاکاروں کے لئے "خادم ممبرز اور ان کی ذمہ داریاں" کے عنوان سے ورکرز کنونشن کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں خادم ویلفیئر سوسائٹی کے زیر انتظام امسال پروگرامات شیڈول پیش کیا گیا۔ اس کے علاوہ خادم ویلفیئر سوسائٹی کی انتظامی ساخت میں نمایاں تبدیلیوں سمیت خادم کی کارکردگی اور آئندہ کے لائحہ عمل بارے تمام ورکرز کو خادم ویلفیئر سوسائٹی کے چیئرمین جناب یوسف ظفر صاحب نے بریفنگ دی۔ اس موقع پر رئیس جامعہ جناب مفتی محمد ایاز صاحب نے خصوصی بیان کیا اور معاشرے میں خدمت خلق کی ضرورت و اہمیت پر روشنی ڈالی۔

وومن ونگ میٹنگ:

- 17 جنوری 2017ء کو خادم ویمن ونگ کی شوریٰ ہوئی جس میں اراکین کو آئندہ لائحہ عمل بتایا گیا اور مختلف کام ان کے سپرد کیے گئے۔

العلم اکیڈیمیا جونیئر سکول

جنوری 2017ء:

- 9 جنوری 2017ء العلم اکیڈیمیا میں طلباء کے مابین ہم نصابی سرگرمیوں کی ذیل میں آذان کا مقابلہ کروایا گیا، مقابلہ میں کثیر طلباء نے حصہ لیا جبکہ آخر میں وائس پرنسپل صاحبہ نے انعامات تقسیم کیے۔
- 16 جنوری 2017ء بروز پیر العلم انتظامیہ نے ہورائزن انسٹیٹیوٹ دلہ ذاک روڈ پشاور میں Educational Ideas پبلشرز کی جانب سے منعقد تعارفی نشست بعنوان "ECE دور میں زبان دانی کی مہارتیں" میں شرکت کی۔
- 23 جنوری 2017ء کو العلم اکیڈیمیا اور العلم ایجوکیشن سسٹم کے بورڈ آف ڈائریکٹرز نے آفاق پشاور کا دورہ کیا اور سیرت سازی، HR ماڈیول سمیت Character Education فاؤنڈیشن کا پیش کردہ قرآن فہمی کے

سلیبس پر گفتگو اور نخلہ کے حوالے سے سافٹ ویئر Apps کی معلومات حاصل کی۔

25 جنوری 2017ء کو تاج کمپنی پبلیشرز کے زیر اہتمام پشاور کلب میں ڈاکٹر راشد محمود صاحب نے Classroom Management پر اپنا دوسرا لیکچر دیا۔ العلم انتظامیہ کے نمائندوں نے اس فورم میں بھی شرکت کی۔

فروری 2017ء:

- 4 فروری 2017ء کو العلم اکیڈیمیا کی انتظامیہ کی طرف سے سکول کے اساتذہ کے لیے تفریحی دورے کا انعقاد کیا گیا۔ اساتذہ نے پشاور میوزیم اور آرکائیولا بریری کی سیر کی اور معلومات اکٹھی کیں۔
- 7 فروری 2017ء کو جماعت اول، دوم اور سوم کے بچوں کے مابین خوشخطی کا مقابلہ کیا گیا، جبکہ نرسری اور پریپ کے طلباء و طالبات کے مابین زیادہ دعائیں زبانی سنانے کا مقابلہ کیا گیا اور جیتنے والے طلباء و طالبات کو انعامات و اسناد دی گئیں۔
- 11 فروری 2017ء کو سکول کی ایک سالہ تقریبات میں شکرانے کے طور پر Friends of Al Ilm Academia کے لیے ظہرانے کا پروگرام منعقد ہوا جس میں کثیر تعداد میں خواتین نے شرکت کی۔
- 13 فروری 2017ء کو اساتذہ اور سکول انتظامیہ کے درمیان سلیبس اور کتب کی مشکلات کے موضوع پر مباحثہ رکھا گیا جبکہ سلیبس میں چند جزوی تبدیلیاں اکیڈمک کمیٹی کے سامنے پیش کر کے ان کی منظوری لی گئی۔
- فروری 2017ء میں اسکول انتظامیہ اور اکیڈمک کمیٹی کے درمیان ہفتہ وار مشترکہ میٹنگز میں سلیبس، پبلشرز، سکول اوقات کار، ٹائم ٹیبل، امتحانات، نئے سیشن کی تیاریاں، فیسوں کے معاملات اور سکول کے مستقبل کے لائحہ عمل پر طویل نشستیں ہوئیں۔ ساتھ ہی طلباء کی ہمہ جہت نشو و نما کے لیے نئے مضامین نصاب میں شامل کرنے کی سفارش کی گئی۔ یتیم بچوں کے لیے مفت تعلیمی پلان اور سکول کی تشہیری مہم کے حوالے سے بھی اہم فیصلے کیے گئے۔
- 18 فروری 2017ء کو امتحانات کمیٹی کے اجلاس میں سالانہ امتحان کے انعقاد کے لیے پلان کی منظوری دی گئی جس میں پرچہ جات کی تیاری، امتحانی ڈیوٹیاں، طلباء کے لیے ہال میں نشستوں کا انتظام، پرچوں کی چیکنگ، طلباء کا جائزہ پوزیشن، والدین کے لیے PTM وغیرہ امور زیر بحث آئے۔ ساتھ ہی طلباء کی نصابی سرگرمیوں اور ہم نصابی سرگرمیوں میں پوزیشن لینے پر انعامات کی تفصیلات بھی طے کی گئیں۔
- 18 فروری 2017ء کو سکول کی ضروریات کے پیش نظر سکول میں مزید تعمیراتی کام کے شروعات کا جائزہ لیا گیا اور فوری طور پر مزید کمرے بنانے کا عملی قدم اٹھایا گیا۔
- طلباء کے فکری اور ذہنی صلاحیتوں کی جلا بخشنے کے لیے سکول میگزین کے دوسرے شمارے کے لیے بھی طلباء سے تحریری مواد جمع کیا گیا۔ انشاء اللہ مارچ میں شمارہ منظر عام پر آئے گا۔